چانہِ کتھ ٕ مہجور چاوان عارفن آبِ حیات
مانہ ہت درویش کامل آسہ ہک نے حلقہ دار

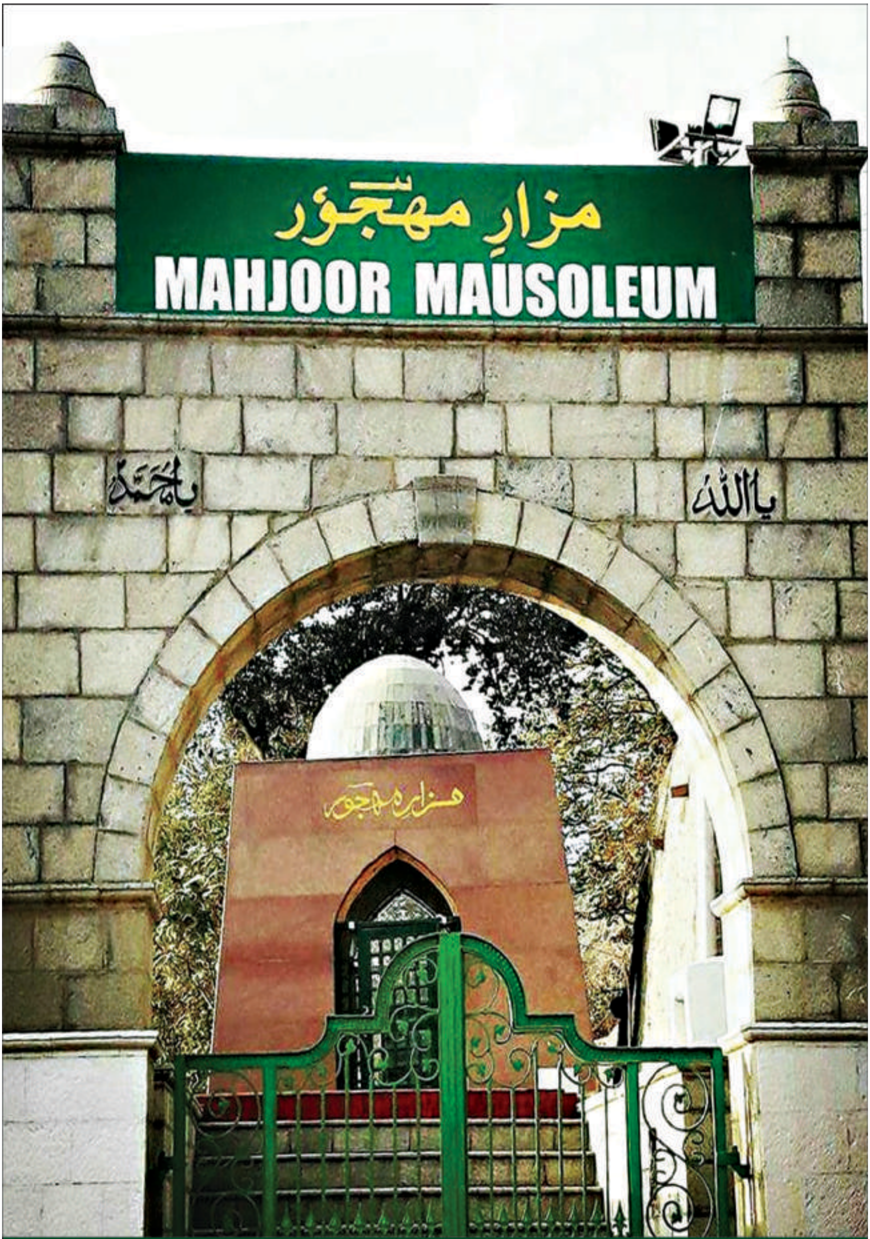

مزارِ مہجور واقع اتھواجن سرینگر

مہجور صاحب کی روزمرہ استعمال کی چیزیں

ڈیسک ۔ قلمدان ۔ حقہ ۔ لالٹین ۔ چھڑی وغیرہ

۱۹۴۴ میں تعمیر کردہ پیرزادہ غلام احمد مہجور کا آبائی مکان واقع متری گام پلوامہ

پٹواری

مصنف:

پیرزادہ غلام احمد مہجورؔ

ترتیب وتہذیب:

پیرزادہ ابدال مہجور

میزان پبلشرز سرینگر

© جملہ حقوق بحقِ مہجور فاؤنڈیشن ومیزان پبلشرز محفوظ ہیں

ISBN - 978-93-80691-49-7

PATWARI

By: Peerzada Ghulam Ahmad Mahjoor

عنوان	:	پٹواری
مصنف	:	پیرزادہ غلام احمد مہجورؔ
ترتیب وتہذیب	:	پیرزادہ ابدال مہجور
اشاعت جدید ایڈیشن	:	2019
کمپیوٹر کمپوزنگ	:	سید ضمیر اندرابی۔ بوستان احمد شاہ
تعداد	:	ایک ہزار (1000)
قیمت	:	تین سو پچانوے =/Rs. 395
پبلشر	:	جموں وکشمیر مہجور فاونڈیشن ومیزان پبلشرز
پتہ	:	میزان پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرس بٹہ مالو سرینگر

9419002212,8494002212,7006773403

Email- meezanpublishers@gmail.com

اِنتساب

وادی کشمیر کے غریب کسان کے نام
جو آج بھی استحصال کا شکار ہے

فہرست

صفحہ نمبر	موضوع	نمبر شمار
	(ا) اوّل	
7	حرفِ آغاز ..... پیرزادہ ابدال مہجور	1
9	طبقہ پٹوار کیلئے ڈاکٹر پون کوتوال کا پیغام	2
11	پٹواری..... ڈاکٹر اصغر سامون	3
13	دو لفظ ..... بصیر احمد خان	4
16	مہجور کا حلقہ دار..... سجّاد صدیقی	5
21	اپنی بات ...... فیّاض احمد بابا	6
28	بازیافت...... جاوید ماٹجی	7
31	عقیدت کے پھول حضرت مہجورؔ کی نذر...... ..... مشتاق احمد	8
34	مہجور: پٹواریوں کی بے بسی کا نوحہ خواں..... ..... شوکت احمد راتھر	9
38	''حیاتِ مہجورؔ'' شخصیت سے تعارف..... پیرزادہ ابدال مہجور	10
48	تمہید.......... پیرزادہ غلام احمد مہجورؔ	11

12	بحیثیت پٹواری مہجورؔ کی ذاتی رُوداد..... .....ازقلم پیرزادہ غلام احمد مہجورؔ	52
(ب) حصہ دوئم		
1	تعریف	81
2	شاملات	95
3	خسرہ گرداوری	107
4	گرداور کا کام	114
5	جمعبندی	126
6	انتقالات	129
(پ) حصہ سوئم		
1	پٹواریان محکمہ بندوبست کشمیر کی پُر درد فریاد	134
2	پسِ گفتار..... خواجہ محمد مقبول پنڈت .....وزیروزارت ضلع جنوبی کشمیر	149
3	پٹواری میری نظر میں..... پنڈت روگناتھ مٹو	152
4	پٹواری..... سید محمد امین اندرابی ..... تحصیلدار خاص سرینگر کشمیر	154

پیرزادہ ابدال مہجور
راجباغ سرینگر
دسمبر ۲۰۱۸ء

حرفِ آغاز

قارئین گرامی! ہمیں دِلی مسرت ہو رہی ہے کہ ہم شاعرِ کشمیر پیرزادہ غلام احمد مہجورؔ کی تحریر کردہ مقبول عام تصنیف ''پٹواری'' کا دوسرا ایڈیشن آپ کے ذوق مطالعہ کی نذر کر رہے ہیں۔ اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ۱۹۹۱ء میں چھپ چکا ہے۔ کتاب کی بے مثال افادیت کے پیش نظر محکمہ مال کی وزارت نے شایع شدہ کتاب کی تمام کاپیاں خرید کر محکمہ مال سے وابستہ پٹواریوں، گرداواروں، نائب تحصیلداروں اور دیگر افسران میں تقسیم کیں۔ نتیجتاً مارکیٹ میں محکمہ مال سے متعلق معاملات اور کاغذاتِ پٹوار کی جانکاری حاصل کرنے کے خواہشمند حضرات اور بالخصوص ریونیو ملازمین کے لئے کتاب ہٰذا کی کوئی کاپی دستیاب نہیں رہی۔ ظاہر ہے کہ کتاب کی نایابی اور وادی کے کُتب فروشوں کے پُرزور اصرار اور بے شمار قارئین کی خواہش کے مدِنظر ہم نے ''پٹواری'' کے دوسرے ایڈیشن کی

اشاعت کا اہتمام کیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اب یہ کتاب کُتب فروشوں کے پاس خریدنے کے لئے دستیاب ہے۔ اگر چہ پہلے ایڈیشن میں ہم نے کتاب چھاپنے کے اغراض و مقاصد پر تفصیل سے بات کی ہے تاہم قارئین کی جانکاری اور معلومات میں اضافہ کرنے کی غرض سے مختصراً کچھ اور باتوں کی وضاحت کرنا چاہیں گے۔ ہماری ریاست میں ۸۰ فیصد سے زیادہ لوگ دیہات میں بود و باش کرتے ہیں جو خاص طور پر زمین و زراعت سے جُڑے ہیں۔ میوہ باغات لگانے سے روایتی کھیتی باڑی میں کچھ تبدیلی ضرور ہوئی ہے لیکن زمین اور زراعت سے متعلق بنیادی معاملات پٹواری کی تعریف، رقبہ جات کی پیمائش کا اصول اور کاغذاتِ پٹوار کی تشریح وغیرہ باتیں آج بھی خاص اہمیت کی حامل ہیں۔ اس وقت بھی اگر کوئی شخص زمین ملکیت اور دیگر پراپرٹی سے متعلق تنازعات کو لیکر محکمہ مال کے حکام اور عدالتوں کا رُخ کرتا ہے تو سب سے پہلے اُس کو بنیادی کاغذات حاصل کرنے کے لئے پٹواری کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ تعلیم عام ہونے کے باوجود ۸۰ فیصد سے زیادہ لوگ کاغذات پٹوار سے ناواقف ہوتے ہیں اور مقدمات کی پیروی کے دوران اُنہیں طرح طرح کی اُلجھنوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اس صورت حال کے پیشِ نظر ''پٹواری'' کی اہمیت اور افادیت آج بھی مُسلّم ہے۔ ہم اُمید کرتے ہیں کہ کتاب ہذا کا یہ دوسرا ایڈیشن بھی قارئین کے لئے معلوماتی اور کارآمد ثابت ہوگا۔ آمین۔

☆☆☆

ڈاکٹر پون کوتوال
فائنانشل کمشنر ریونیو بہادر
جموں کشمیر

پٹواریان جموں کشمیر کیلئے
ڈاکٹر پون کوتوال کا پیغام

اگر چہ میرا تعلق وادی کشمیر سے نہیں ہے تاہم جموں خط میں سکونت کے باوجود میں خطہ کشمیر کے تہذیبی ،تمدنی ،ثقافتی اورادبی تاریخ و میراث سے بخوبی واقف ہوں ۔وادئ کشمیر کی ادبی روایات اور میراث کے حوالے سے اگر کوئی نام بیرون کشمیراور بیرون ریاست متعارف ہے تو اس میں مہجور صاحب کا نام سب سے زیادہ مشہور ہے۔مہجور صاحب کو کشمیر کے لوگ ''شاعر کشمیر'' کے نام سے یاد کرتے ہیں ۔دراصل وہ کشمیری عوام کے ہر دل عزیز شاعر ہیں۔ان کے شاعرانہ کلام کو کشمیر میں کافی مقبولیت حاصل ہے۔مہجور پیشے سے پٹواری تھے اور محکمہ مال میں بھی انہوں نے اپنی پیشہ ورانہ صلاحیتوں کا بھرپور مظاہرہ کرکے کافی مقبولیت حاصل کی تھی ۔یہی وجہ ہے کہ ۷۰ برس گذرنے کے باوجود محکمہ مال میں ان کے ہم پیشہ پٹواریان جموں و کشمیر کے لئے بالخصوص اور ریاست

میں زراعت سے وابستہ کسانوں کے لئے بالعموم ایک رہنما کتاب ''پٹواری'' عنوان سے اردو زبان میں تحریر کی ہے جسکا مقصد عوام کے محکمہ مال سے متعلق معاملات اور اصطلاحات کے بارے میں بنیادی جانکاری فراہم کرنا ہے۔ غور طلب ہے کہ اس کتاب کی افادیت واہمیت جتنی ۸۰ سال پہلے تھی، آج بھی اسکی اہمیت پر ہر لحاظ سے مسلّم ہے بلکہ مجھے احساس ہورہا ہے کہ آج اسکی اہمیت اور زیادہ بڑھ گئی ہے کیونکہ یہ کتاب اُردو میں لکھی گئی ہے۔ اُردو چونکہ ریاست کی سرکاری زبان ہے اور عدلیہ ومحکمہ مال میں اب بھی بہت سارا کام اُردو میں ہوتا ہے اس لئے اس کا دستیاب ہونا بہت ضروری ہے۔

اس وقت جبکہ ہم اُردو لکھنے کے عمل سے دور ہورہے ہیں، اُردو میں لکھی گئی اس کتاب کی دوبارہ اشاعت کو میں اُردو زبان کے فروغ کی جانب ایک اہم حوصلہ افزاء اور مبارک اقدام سمجھتا ہوں۔ مجھے اُمید ہے کہ جموں کشمیر کے عوام اور محکمہ مال کے اہلکاران اس کتاب کو ضرور اپنے پاس رکھیں گے۔

اس کتاب کی دوبارہ اشاعت کو انجام دینے اور اس کو عوام تک پہنچانے کے لئے میں مہجور فاؤنڈیشن اور میزان پبلشرز کو مبارکباد دیتا ہوں۔

☆☆☆

ڈاکٹر اصغر حسن سامون

ڈاکٹر اصغر حسن سامون

پرنسپل سیکریٹری اینمل ہسبنڈری

(حکومت جموں وکشمیر)

''پٹواری''

مہجورؔ صاحب شاعر کشمیر ہونے کے علاوہ ایک با صلاحیت اور ماہر پٹواری بھی تھے جس کا ثبوت یہ کتاب ''پٹواری'' ہے مجھے خوشی ہوئی کہ ۱۹۵۴ میں شائع شدہ یہ کتاب دوبارہ زیور طباعت سے آراستہ ہورہی ہے۔ پٹواریوں کے لئے بہت سے مسائل آج بھی درپیش ہیں جن کی نشاندہی مہجور صاحب نے لگ بھگ ۵۷ سال قبل اس کتاب میں کی ہے۔ ہماری ریاست کی بیشتر آبادی بالواسطہ یا بلا واسطہ زراعت سے منسلک رہی ہے اور لوگوں کی زندگی زراعت کے ارد گرد گھومتی رہتی ہے۔ لہٰذ زراعت یا محکمہ مال سے وابستہ اہلکاروں کا عام لوگوں سے قریبی رابطہ ایک فطری عمل ہے۔ اس تناظر میں پیرزادہ غلام احمد مہجورؔ کی یہ کتاب محکمہ مال کے پٹواریوں کیلئے مفید ہے۔

چونکہ یہ کتاب اردو زبان میں ہے اور اردو نہ صرف ہماری ریاست کی

سرکاری زبان ہے بلکہ کشمیر، جموں اور لداخ کے درمیان رابطے کی زبان ہے اس حوالے سے بھی مہجورؔ صاحب کی یہ کتاب فائدہ مند ہے ۔

یہ کتاب محکمہ مال کے اہلکاروں اور بالخصوص زیر تربیت پٹواریوں اور عوام الناس کے لئے اہمیت کی حامل ہے۔

مجھے امید ہے کہ محکمہ مال کے اہلکار اس کتاب سے خوب فیض حاصل کرینگے۔اس کتاب کی دوبارہ اشاعت کیلئے میں پیرزادہ ابدال مہجورؔ اور شبیر احمد ماٹجی کی کوششوں کی سراہنا کرتا ہوں اور اپنی نیک خواہشات کا اظہار کرتا ہوں۔

☆☆☆

''دولفظ''

بصیر احمد خان
ڈویژنل کمشنر کشمیر

شاعر کشمیر مہجورؔ کا ذکر آتے ہی، رُوح کو معطر کرنے والی شعر وسخن کی اُس محفل کا تصور اُبھرتا ہے جو گُل وبلبل کے لامثال عشق، انسانی قدروں کی عظیم روایات اور ایک غیور قوم کی دھڑکنوں کے ارتعاش سے بیک وقت ترتیب پاتی ہے۔ مہجورؔ فطرتاً حُسن کے پرستار تھے۔

یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے من کی آنکھ سے ہر ذی روح میں حُسن کو تلاش کرنے، اُس کی موجودگی کا اعتراف کرنے اور اُس کی پذیرائی کرنے کا سلیقہ رکھتے تھے۔ مہجورؔ ایک آفاقی شاعر ہیں جس کا بیّن ثبوت اس بات سے ملتا ہے کہ اُن کے اشعار، مقامی ماحول سے عبارت ہونے کے باوجود ایک وسیع Canvas پر پھیلے زندگی کے نشیب وفراز کو سمجھنے میں معاون ہیں۔ لیکن مہجورؔ کی شخصیت کا ایک اور پہلو ہے، جس سے عوام کو کچھ کچھ واقفیت تو ہے البتہ اس پہلو کی تاثیر کا اندازہ بہت کم ہے۔ یعنی مہجور بحیثیت پٹواری۔

مہجورؔ پیشے سے پٹواری تھے، اپنی پیشہ ورانہ ذمہ داریوں کو نبھانے کے سلسلہ میں، اُنہیں وادی کشمیر کے طول وعرض میں جانے کا موقعہ ملا۔ یوں تو محکمہ مال سے وابستہ ہر افسر یا اہلکار کو، مختلف مقامات کے سفر کا موقعہ مل ہی جاتا ہے۔ البتہ مہجورؔ کا خاصہ، بحیثیت پٹواری یہ ہے کہ وہ جہاں بھی گئے وہاں کے مزاج کو سمجھنے اور پرکھنے میں انہوں نے غیر معمولی دلچسپی کا مظاہرہ کیا۔

اس کے طفیل اوّل تو، اُنہیں اپنے تخلیقی اُفق کو وسعت دینے کی راہ ملی اور ساتھ ہی اپنے پیشہ ورانہ فرائض بہتر ڈھنگ سے انجام دینے کی تحریک۔

محکمہ مال کی کارگذاری کے بارے میں یہ تأثر غالب ہے کہ اسے سمجھنا عام شہری کے بس کی بات نہیں۔ چوں کہ اس کا بیاں مخصوص نوعیت کی زبان، خط اور ہندسوں کے ذریعے ترتیب پاتا ہے۔ ایسے میں مہجورؔ کی یہ کوشش قابل تحسین ہے اور قابل تقلید بھی کہ انہوں نے ''پٹواری'' نامی کتاب تصنیف کر کے، محکمہ مال کے اُن گوشوں کو عوام الناس کی علمیت کیلئے دستیاب رکھا، جو عموماً بے وجہ پوشیدگی کے غلاف میں لپٹے ہوئے، غلط فہمیوں کا باعث بن کر خود محکمہ کے نظام کار کو سوالوں کے کٹہرے میں لا کھڑا کرتے ہیں۔

دراصل مہجورؔ نے ''پٹواری'' نامی یہ کتاب لکھ کر محکمہ مال اور عوام الناس کے بیچ پائی جانے والی بے جا تاثرات کی خلیج کو بھرنے کی ایک کامیاب کوشش کی ہے، جس سے تحریک پا کر محکمہ کے اہلکار اپنے پیشہ ورانہ رویئے اور وطیرے کو زیادہ سے زیادہ عوام دوست بنا سکتے ہیں۔

ساتھ ہی ساتھ، محکمہ مال کے وہ اہلکار جو تخلیقی صلاحیتوں سے کما حقہ معمور ہوں، اس کتاب سے تحریک پا کر اپنے پیشہ ورانہ تجربات کو ایسے پیرائیے میں ڈھال سکتے ہیں جو آگے چل کر تاریخ کا حصہ بن سکتا ہے۔

یہاں 19 ویں صدی کے دوران کشمیر میں تعینات رہے برطانوی سٹیلمنٹ کمشنر سر والٹر لارنس کا ذکر مناسب سمجھتا ہوں۔ سر والٹر لارنس، کشمیری نہ ہونے کے باوجود، کشمیر کو اس قدر سمجھنے میں کامیاب ہوئے کہ ''The valley of Kashmir'' نام سے موسوم مشہور تصنیف رقم کر ڈالی اور یوں ایک مثال قائم کی، جس سے اپنے بعد آنے والے محکمہ مال کے افسران اور اہلکاروں کی عوام سے انکی مانوسیت کس قدر معنی آفریں ثابت ہو سکتی ہے۔

مہجورؔ نے ''پٹواری'' نامی کتاب کے ذریعے، اسی نوعیت کی ایک اہم کوشش کی۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ انہوں نے خود زندگی کو سمجھنے سمجھانے کی حق ادائی میں پٹواری کے منصب سے استفادہ کرنے کا ہنر سکھایا ہے۔

میں جموں و کشمیر مہجور فاؤنڈیشن کے صدر پیرزادہ ابدال مہجور اور میزان پبلکیشنز کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے عوام کے پُر زور اصرار پر اور بالخصوص محکمہ مال کے پٹواریوں اور دیگر اہلکاروں کی خواہش کے پیش نظر ''پٹواری'' کی اشاعت کا پھر سے اہتمام کیا۔ میں امید کرتا ہوں کہ ریاست کے پٹواریان اس انمول کتاب کو اپنی رہنمائی کیلئے ضرور اپنے پاس رکھیں گے۔

مہجور کا حلقہ دار

تحریر:۔ سجّاد صدیقی
صدر پٹوار ایسوسی ایشن
جموں کشمیر

''چانہٕ کتھہِ مہجور چاوان عارفن آبِ حیات''
''مانہٕ ہت درویش کامل آسہ ہکھ نے حلقہ دار''

شاعر کشمیر پیرزادہ غلام احمد مہجور پیشے سے پٹواری (حلقہ دار) تھے۔ پٹوار ایسوسی ایشن کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ کشمیر کا عظیم شاعر اس طبقہ سے وابستہ تھا۔ پٹواری (حلقہ دار) کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ سماج کے ہر طبقہ کے ساتھ بنیادی سطح پر جڑا ہوتا ہے۔ ہر طبقہ فکر کے ساتھ قریبی وابستگی ہونے کے باعث اُن کی نسبت صحیح رائے قائم کرسکتا ہے۔ سماج کے ہر طبقہ کی فکری، سیاسی، سماجی، معاشی حالات کی نسبت جانکاری حلقہ دار کو ہوتی ہے۔ لہذا حلقہ دار اگر ادبی دنیا سے وابستہ ہوتو بھرپور ترجمانی اور عکاسی کرسکتا ہے۔ شاعر کشمیر مہجور صاحب نے اپنی بھرپور خُداداد صلاحیتوں کا مظاہرہ اپنی شاعری میں اس طرح کیا جو ہر طبقہ فکر سے منوایا اور یوں کشمیر کے وہ مایہ ناز اور غیر متنازعہ عظیم شاعر (شاعر کشمیر)

کہلائے۔

بحیثیت پٹواری غلام احمد مہجور نے ضلع کپوارہ کے تحصیل ہندوارہ میں کافی عرصہ تک اپنی خدمات انجام دیں اورعوامی حلقوں میں اپنی قابلیت اورفرض شناسی کی بناء پر ایک اہم مقام حاصل کیا۔ ایک واقعے کی نسبت تحصیلدار ہندوارہ کے حکم پر جائے وقوع کا جس شفافی سے انہوں نے خاکہ دستی بنایا تھا وہ محکمہ مال کے حلقوں میں آج تک سراہا جارہا ہے اور محکمہ مال کے چند دفتروں کی زینت بنا ہوا ہے۔مہجور کی انقلابی اورروحانی شاعری کا محور سماج کے اکثر وبیشتر روزمرہ کے مسائل کے علاوہ سماج کو حرکت وعمل پر ابھارنا ہے۔ میرا مقصد مہجور صاحب کے اس شعر کی نسبت جو اپنے مضموں کے ابتداء میں قارئین کرام کی نظر کیا، کے بارے میں کچھ گذارشات کرنا ہے۔ بحیثیت ریاستی صدر آل جموں وکشمیر پٹوار ایسوسی ایشن مہجور صاحب کے نظر یہ پٹوار پہ بات کرنا میرا حد اختیار اور دلچسپی کا باعث ہے۔مہجور فاؤنڈیشن کے ناظم اعلیٰ پیرزادہ ابدال مہجور کا مشکور ہوں جنھوں نے یہ موقعہ عطا کیا۔

پٹوار پیشہ سے منسلک ہونے کے بعد پیرزادہ غلام احمد مہجور کو اس پیشہ کی نذاکت اور پیچیدگیوں سے آشنا ہونے کا موقعہ ملا۔ یہ شعر مہجور صاحب نے بحیثیت حلقہ دار (پٹواری) کہا ہے اس پیشہ سے منسلک سبھی ابہام اور راز ونیاز کو آشکارا کرتا ہے۔ پٹواری دراصل مہاراجہ کے زمانہ سے ہی بہت ساری پیچیدگیوں سے معرض وجود میں آیا ہے جو اب بھی اس پیشہ سے چپکی ہوئی ہیں

،اوران پیچیدگیوں کا ازالہ نہیں ہوا۔ گوکہ پٹوار ایسوسی ایشن کی سابقہ قیادتیں اور موجودہ قیادت بھی اس سلسلے میں کوشاں ہے لیکن ہنوز دلی دوراست۔

حلقہ دار دراصل اپنے حلقہ پٹوار کا ناظم ہوتا ہے۔ گوکہ اس حلقہ میں دیگر بہت سارے محکمہ جات موجود ہوتے ہیں جن میں کئی بڑے افسران بھی تعینات ہوتے ہیں لیکن نظم ونسق اور نگرانی بہرکیف حلقہ دار کے ہی ذمہ ہوتی ہے کیونکہ حلقہ دار اس سطح پر حکومت کی نمائندگی کرتا ہے۔ حلقہ دار پشتنی باشندہ سند کے کاغذات کے اجراء سے لیکر راشن لسٹ، ووٹر لسٹ، حصولِ اراضی، معاملات، مہاجرین، معاملات زراعت، بیک وارڈ، سوشل کاسٹ، شیڈول کاسٹ، شیڈول ٹرائب اور دیگر بہت سارے کام انجام دیتا ہے۔ ریلیف وباز آبادکاری کے امور بھی حلقہ دار کے ذمہ ہیں، دراصل حلقہ کے سارے کام ہی پٹواری کے ذمہ ہیں۔ چونکہ ان امورات کو انجام دینے کیلئے پٹواری کے پاس کوئی دفتر نہیں ہے اور مجبوراً حلقہ دار کو ازخود اس کا انتظام بھی کرنا پڑتا ہے اور گرمی وسردی موسم کے موافق انتظامات بھی حلقہ دار کو ازخود ہی کرنا پڑتے ہیں۔ ظاہر ہے یہ سب امور انجام دینے کیلئے پٹواری کو کسی سرکاری خزانے سے پیسہ فراہم نہیں ہوتا اور بقول مہجور صاحب۔

''مانہِ ہت درویش کامل، آسہ ہکھ نے حلقہ دار''

حلقہ دار کو درویش کامل بننے کا موقعہ ہی فراہم نہیں کیا جاتا بلکہ اگر میں یوں کہوں کہ حلقہ دار کو متبادل غیر اصولی راستہ اختیار کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ جو بات بحثیت ناظم اعلیٰ پٹوار ایسوسی ایشن میں رکھنا چاہتا ہوں وہ اسی شعر کے تناظر میں ہے کہ اس نہایت ہی اہم پیشہ سے وابستہ لوگوں کو بھی ایک معیاری ماحول فراہم کیا جائے جو ایک استاد، ڈاکٹر وغیرہ کو میسر ہے تاکہ وہ بھی اس پیشہ سے وابستہ بدنامی کے داغ کو دھو سکے۔ اپنے بچپن میں ایک بزرگ سے میں نے یہ بات سنی تھی کہ بارش میں چل کر اپنے کپڑوں کو داغدار ہونے سے بچانا کمال ہے تاکہ محفوظ جگہ پر بیٹھ کر دور سے بارش کا نظارہ کرنا طبقہ پٹوار سے وابستہ لوگوں کی ایک کثیر تعداد اس کی جاوید مثال ہے اور مجھے اس طبقہ کے ناظم اعلیٰ ہونے پر فخر ہے۔

غلام احمد مہجور صاحب کے نقش قدم پر اس وقت بھی پٹوار ایسوسی ایشن کے درجنوں ممبران ادبی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ پٹوار ایسوسی ایشن کے درجنوں ممبران معیاری شاعری سے پٹوار طبقہ کا نام سماج میں روشن کر رہے ہیں جن میں سے چند قابل ذکر نام غلام محمد نثار ادھمپور، غلام محمد فراز سوپور، ریاض ہمپوری ہندوارہ، الطاف حسین شوقین سرینگر۔ اس کے علاوہ ادب سے وابستہ معروف کالم نویس اور مضمون نویس معراج زرگر (ترال) وسیم انطو (اسلام آباد) مشتاق ساگر (ہندوارہ) اور بہت سارے معزز ممبران سرگرم عمل ہیں۔ مشہور آرٹسٹ قاضی عاشق بھی پٹوار ایسوسی ایشن کا عالمی سطح کا مصور ہے جس کی

پینٹنگس قومی اور عالمی بازاروں میں ہاتھوں ہاتھ بک جاتی ہیں۔

غلام احمد مہجور صاحب کی ذات کو ہم ان کے اسلوب میں ہی خراج تحسین پیش کرر ہے ہیں۔ان کی شاعری کے رنگ میں ہمارے درجنوں شعرا سماج کے تیئں اپنی خدمات انجام دے کرکالم نویس اور مضمون نویس اپنے مخصوص طرز ادا سے اور حلقہ دار دیانت داری سے اپنا فرض منصبی انجام دے کر گویا پٹوار ایسوسی ایشن اس جدوجہد میں سرگرم عمل ہے کہ ایک دیانت دار پٹواری کو مناسب ماحول فراہم کیا جاسکے تاکہ مہجور صاحب کا ارمان حلقہ دار اور درویش کامل کو ہم عملی طور پر میدان میں عملا سکیں۔آل جموں وکشمیر پٹوار ایسوسی ایشن اپنے اس عظیم محسن کو سلام عقیدت پیش کرتی ہے اور میں سجاد صدیقی بحیثیت ناظم اعلیٰ اس بات کا اعادہ کرتا ہوں کہ ہم حلقہ دار کو درویش کامل بننے میں اپنا رول بخوبی انجام دیں گے۔

☆☆☆

اپنی بات

تحریر: فیّاض احمد پیرزادہ (بابا)
صدر، صوبۂ کشمیر
آل جموں وکشمیر، پٹوار ایسوسیشن

ذرا سوچیۓ ......اگر یہ محکمہ مال کی تحویل میں اراضیات کا ریکارڈ محفوظ نہ ہوتا......تو کیا ہوتا؟ ظاہر ہے کہ پوری دنیا میں فساد، قتل و غارت گری، اقربا پروری اور ناانصافی کا بازار گرم ہوتا کیونکہ جب زمین کا ریکارڈ ہی نہ ہوتو مالک کون؟ مزارعہ کون؟ کس ریاست میں کتنی زمین ہے یا کس ریاست کی حدود کہاں شروع ہوتی ہیں۔ کون مستقل باشندہ ہے اور کون رفوجی ہے، کون حاکم اور کون محکوم۔

ان سارے سوالات کا جواب محکمہ مال کی تحویل میں محفوظ کاغذاتِ پٹوار ہیں۔ اسلام میں زمین کی پیمائش کا نظام آج سے ساڑھے چودہ سو سال قبل سیدنا فاروق اعظمؓ کے دور خلافت میں شروع ہوا اور انکے اپنے ہاتھ سے مرتب کردہ پیمانہ سے عراق جیسے عظیم شہر کی پیمائش انجام پائی۔ (بحوالہ الفاروق از مولانا شبلی النعمانیؒ)۔

ہمارے ملک ہندوستان میں تاریخ کی ورق گردانی سے معلوم ہوتا ہے کہ شیر شاہ سوری کے عہد حکومت میں اراضیات کی پیمائش ہوئی اور اس پیمائش اراضی کو بندوبست ''دوامی'' کا نام دیا گیا۔ اس بندوبست میں اقسام اراضی کی ترتیب دی گئی اور مالیہ کی وصولیابی کا طریقہ مقرر کیا گیا۔ شیر شاہ کے بعد مغل شہنشاہ جلال الدین اکبر نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی تو اپنے وزیر ٹوڑرمل کو راج رتن کے نام سے نوازا گیا جو ہندوستان میں پہلے وزیر مال ہیں۔ شجرہ کشتواڑ۔ سامان پیمائش۔ جریب۔ کراس۔ شست۔ پیمانہ وغیرہ اِسی پیمائش سے مشابہت رکھتے ہیں۔

ہماری ریاست میں نظام حکومت، زمین کی پیمائش اور ریکارڑ مرتب کرنے کے جو اُصول اِس وقت رائج ہیں، اگرچہ وہ انگریزوں کے مرتب کردہ ہیں، تاہم صحیح معنوں میں ریاست کا بندوبست انگریز سیٹل منٹ کمشنر والٹر لارنس کے بندوبست قانون 1951 بکرمی سے شروع ہوتا ہے اور اُن کے بندوبست۔ پیمائش و جذیرو غیرہ میں ترامیم ہوتے رہے ہیں اور اس وقت اب الیکٹرانک مشینوں سے زمین کی پیمائش ہوتی ہے۔ لیکن یہ کہنا بجا ہوگا کہ ریاست جموں و کشمیر میں محکمہ مال کی ابتداء والٹر لارنس کے بندوبست قانون 1951 بکرمی سے ہی ہوتی ہے۔

اگرچہ فرمانروائے وقت نے گذشتہ ادوار میں عوام کی سہولت کے لئے کافی قوانین کا نفاذ کیا لیکن عملاً عوام الناس میں نوکر شاہی۔ جاگیرداروں کا ظلم و

استبداد جاری تھا۔عوام الناس دُو طبقوں میں بٹ چکے تھے۔اعلی مالک۔ادنیٰ مالک، جاگیرداراں، چکداراں کے ظلم و استبداد کے خوف سے اکثر اوقات لوگ گھر بار چھوڑ کر بھاگ جاتے تھے اور کئی کاشتکاروں نے اپنے حق کی خاطر جان بھی قربان کردی۔خوش قسمتی سے ہماری ریاست میں 1947 عیسوی سے جمہوری طرز کی عوامی حکومت قائم ہوئی اور ریاستی قانون ساز اسمبلی نے چکداری کے خاتمے کیلئے اہم اور انقلابی قانون پاس کر کے اس کو زمینی سطح پر نافذ العمل بنایا۔اِس انقلابی قانون کی عمل آوری سے ہماری ریاست کا سر فخر سے بلند ہوا۔ ریاست کے مظلوم کاشتکار، جاگیرداروں اور چک داروں کے چُنگل سے آزاد ہوا۔

بہرحال قانون تو پاس ہوا لیکن اس کے عملی نفاذ، اسکی عملاً پاسداری اور جانکاری کیسے ہوئی اور محکمہ مال کو حیات جاودانی کس نے بخشی۔تو زبان سے بے تحاشہ ایک ہی آواز نکلتی یعنی ''پٹواری''۔دراصل یہ پٹواری ہی ہے جس نے اپنی ملازمت کی ابتداء سے ہی محکمہ مال کو اپنی راتوں کی نیند حرام کر کے اپنے قلمی نسخوں سے اس محکمہ کو حیات جاودانی بخشی۔ان ہی جگر گوشوں اور نایاب موتیوں میں سے ایک بے مثال موتی صاحب کتاب حضرت مہجورؔ ہیں۔

تاریخ کے مطالعہ سے میں یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ اس عظیم ہستی نے ایک طرف محکمہ مال کے ریکارڈ کی افادیت اور اہمیت کو چار چاند لگا دیئے وہیں یہاں کے مطلوبہ اور پسماندہ عوام کو باعزت، باغیرت اور سر بلند زندگی

گذارنے کا درس اپنی شعروشاعری سے دیا اور خابِ غفلت میں سوئی اپنی کشمیری قوم کو اپنے ولولہ انگیز نغموں سے بیدار کیا۔ جسکی واضح عکاسی اُن کے اس شعر سے ہوتی ہے۔

ولو ہا باغوانو نَو بہارُک شان پیدا کر
پھولن گُل گتھ کرن بُلبُل تِتھی سامان پیدا کر
اگر وُزِ ناوہَن بُستی گُلن ہِنز تراو زیرو بم
بُنئِل کر، واو کر، گگرایہِ کر، طوٗفان پیدا کر

پیرزادہ غلام احمد مہجورؔ بیک وقت ایک پٹواری۔ ایک شاعر۔ ایک مفکر اور بالخصوص مظلوم کشمیری عوام کے ترجمان تھے اور اپنی ذاتی زندگی کے مشکل حالات اور زمانہ کی کجروی سے مقابلہ کر کے اپنی قائدانہ صلاحیتوں سے اقبال ثانی کا مقام حاصل کیا۔ اور ہر ایک صاحب ادب انہیں کاشر اقبال کے نام سے پکارتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اِنہیں جوار رحمت میں جگہ دے، آمین۔

اپنی تحریر کردہ کتاب ''پٹواری'' کے آخر پر حضرت مہجورؔ نے پٹواری کی نسبت سے جو دردمندانہ اپیل تحریر کی ہے، اس سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ محکمہ مال سرکاری نظام میں ''ریڈھ کی ہڈّی'' کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس محکمہ کی افادیت۔ اہمیت اور مشینری کا اہم پُرزہ ''طبقہ پٹوار'' یا پٹوار ایسوسی ایشن ہے۔

واضح رہے کہ پٹوار ایسوسیشین ایک تحریک کا نام ہے۔ حضرت مہجورؔ نے اپنی دردمندانہ اپیل میں ایک پٹواری کی ذمہ داری، ریکارڈ کی ترتیب اسکی اہمیت اور افادیت کو اجاگر کیا اور اس جماعت کو اپنی تصنیف میں ''فدایانِ سلطنت'' کے نام سے نوازا ہے۔ آپ کے پریوار اور آرزوؤں کو بعدازاں اُن کے ہمعصر اور ہمسفر۔ وقت کے نمازیوں، مفکروں جن میں منشی احمد علیؒ مرحوم شوقؔ صاحب، مرحوم محمد سلطان شاہ صاحب، مرحوم حقانی صاحب، مرحوم شیخ برادراں، بدر حسین صاحب اور ہزاروں نے اس ایسوسی ایشن کے قیام اور اسکو دوام بخشنے میں راجوری، پونچھ کے پہاڑوں سے لیکر وادئ کشمیر کے دُور دراز علاقہ لولاب اور کرناہ کے سبزہ زاروں تک سفر کی دشواریوں کو برداشت کر کے اس محکمہ کے ریکارڈ کی افادیت اور بھائی چارہ اور ریاستی نظم ونسق کو بحال رکھنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔ مجھے آج بھی مرحوم شارق صاحب کا وہ بلند کردہ نعرہ کانوں میں گونج رہا ہے۔''اگر اظہار استبداد بغاوت ہے۔ تو میرا مذہب بغاوت ہے بغاوت ہے بغاوت ہے''۔

آج کے دور میں جبکہ کمپیوٹر اور الیکٹرانک مشینری رائج ہے لیکن پٹواری کی حیثیت اور کام کاج پہلے سے دس گنا بڑھ گیا ہے۔ اگرچہ زمین کی پیمائش الیکٹرانک مشینوں Ly con اور Top con سے ہورہی ہے لیکن بناء پٹواری کے یہ کام ہونا بعید از قیاس اور بعید از عقل ہے۔ پٹواری عملاً ایک Technical Hand ہے جسکی تصدیق سابق چیف منسٹر جناب مرحوم غلام

محمد شاہ صاحب نے کی ہے اور اپنے دورِ اقتدار میں پٹواری کو تحریری حکمنامہ کے ذریعہ Technical Hand قرار دیا، لیکن افسوس ! آج تک وہ پٹواری Technical grade حاصل نہ کر سکا۔

اگر چہ ریکارڈ پٹوار، جمعبندی، گرداواری، انتقالات وغیرہ پٹواری کے فرض منصبی میں شامل ہیں لیکن اس سے دس گنا کام پٹواری سے لیا جا رہا ہے۔ پھر چاہئے ووٹر لسٹ کی تیاری ہو۔ شناختی کارڈ کی تیاری ہو۔ لینڈ ایکوزیشن کا ریکارڈ ہو ۔ مردم شماری ہو۔ مال شماری ہو۔ ایگریکلچرل سائنس ہو۔ ہارٹیکلچر سائنس ہو، راشن فہرستوں کی تیاری ہو۔ آفات سماوی یا exgratia...... یہ سب کام بے چارے پٹواری کے ذریعہ کرایا جاتا ہے اور متعلقہ محکمہ جات وقت پر پٹواری سے ہی یہ اعداد و شمار حاصل کرتے ہیں۔

پٹوار ایسوسی ایشن مذکور طبقہ کی واحد ترجمان ہے، یہ یونین دیگر تنظیموں کی طرح کوئی ٹریڈ یونین نہیں ہے بلکہ اپنے حقوق کی بحالی، عمل آوری، اور پاسداری کے ساتھ ساتھ محکمہ مال میں ریکارڈ کی ترتیب اور اس کو حیات جاودانی بخشنے میں صف اول کی سیسے کی پلائی دیوار بنکر رات دن کام کرتی ہے۔

یہ واحد ایسوسیشن ہے جس کو نہ ہی سیاسی معاملات اور نہ ہی طبقاتی یا مذہبی معاملات سے کوئی واسطہ ہے ۔ ابتدائی آفرینش یعنی منشی احمد علی سے لیکر نوجوان قائد سجاد صدیقی کی یونین رہی ہے اور انشاء اللہ آگے بھی رہے گی ۔ اس تنظیم کا اپنا دستور، اپنا الیکشن کمیشن اور جمہوری اندازِ فکر ہے۔ مرحوم حضرتِ مہجورؔ کو

ہمارا سب سے بڑا اخراج عقیدت اور خراجِ تحسین یہی ہوگا کہ اُنکی قائم کردہ جماعت پٹوار ایسوسیشن کو دوام بخشنے میں ہم کوئی کسر باقی نہ رکھیں۔

اللہ تعالیٰ اس ایسوسی ایشن کو دوام، اتفاق واتحاد جذبہ شوق عطا کرے تاکہ یہ تنظیم یہاں کے غریب عوام کے حقوق کی پاسداری اورترجمانی کرسکے۔

آخر پر میں جموں وکشمیر مہجور فاؤنڈیشن اور میزان پبلیکیشنز Meezan Publications کا شکرگذار ہوں کہ انہوں نے بندہ ناچیز کو ان گذارشات کو تحریر کرنے کا اصرار فرمایا۔

☆☆☆

بازیافت

جاوید ماٹجی
سیکریٹری جنرل
جموں کشمیر اردو کونسل

شاعرِ کشمیر پیرزادہ غلام احمد مہجورؔ کے کلام کو وادی کے اندر جو پذیرائی اور قبولیت حاصل ہوئی وہ بہت کم شاعروں کو نصیب ہوتی ہے۔ مہجور مرحوم کشمیر کے حسن و جمال اور خوبصورتی کا ترجمان تو تھا ہی، ساتھ ہی اس نے اہلِ کشمیر کی بے بسی، بے کسی اور کسمپرسی سے بھی آنکھیں نہیں پھیر لیں بلکہ اپنے کلام میں تصویرِ کشمیر کے ہر پہلو کو نمایاں کرنے کی کوششیں کیں۔ مجھے یاد ہے کہ نوے کی دہائی کے دوران جب اس وقت کے صدرِ ہند کشمیر یونیورسٹی کے کانوکیشن میں تقریر کے لئے چشمہ شاہی کے کنونشن سینٹر کے اسٹیج پر کھڑے ہوئے تو انہوں نے اپنے مخصوص جنوبی لہجے میں مہجور مرحوم کے اس شعر سے اپنی تقریر کی ابتداء کی "أندی أندی سفید سنگر۔۔ دیوارِ سنگِ مرمر" اس سے اندازہ

لگایا جا سکتا ہے کہ مہجور مرحوم کے کلام کو کس قدر قبولیت اور مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔

مہجور مرحوم کی زندگی اور ان کے کلام کے بارے میں اگر چہ بہت کچھ لکھا جا چکا ہے البتہ ان کی زندگی کا ایک پہلو جو ابھی تک مجموعی طور نظروں سے اوجھل رہا ہے وہ پٹواری کے طور آپ کی سرکاری ملازمت کا ہے۔ پٹواری دورِ اول سے ہی ایک نہایت اہم اور ذمہ داریوں سے پُر عہدہ رہا ہے کیوں کہ پٹواری کے ساتھ ہر چھوٹے بڑے، امیر غریب، اعلیٰ ادنیٰ کا کسی نہ کسی وقت واسطہ پڑتا رہتا ہے۔ مشہور ہے کہ پٹواری کے ساتھ دشمنی کافی مہنگی ہوتی ہے۔ پٹواری کا زندگی کے ہر ایک شعبہ سے تعلق رکھنے والے افراد سے واسطہ پڑتا ہے۔ لہٰذا اپنی ان سرکاری اور منصبی ذمہ داریوں کی انجام دہی میں مہجور مرحوم کا واسطہ بھی طرح طرح کے لوگوں اور علاقوں سے پڑتا رہا ہے جس کے رنگ اور نقوش ان کی شاعری میں دیکھنے کو ملتے ہیں۔ مہجور جہاں اپنے اندر کے شاعر کو الفاظ میں نکھارتے اور بکھیرتے رہے ٹھیک ویسے ہی انہوں نے سرکاری عہدیدار کے طور بھی اپنی قابلیت اور صلاحیتوں کا مجموعہ مفادِ عامہ کے لئے چھوڑا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ زیرِ نظر کتاب نہ صرف مہجور مرحوم کی انتظامی صلاحیتوں کی آئینہ دار ثابت ہوگی بلکہ یہ متعلقہ محکمہ سے کسی بھی طرح کی وابستگی رکھنے والوں کے لئے بھی ایک نسخہ کیمیا ثابت ہوگا۔ اس کے علاوہ میں اس کتاب کی اشاعت کو اُردو زبان کی خدمت کے ایک قدم کے طور بھی دیکھتا

ہوں کیوں کہ ابھی بھی ہماری ریاست میں محکمہ مال کا بیشتر ریکارڈ اُردو میں ہے گو کہ اسے بدلنے کی با قاعدہ کوششیں سرکاری سطح پر شروع کی جا چکی ہیں۔ میں مہجور فاؤنڈیشن کے سربراہ پیرزادہ ابدال مہجور اور فاؤنڈیشن کے دیگر ارکان کے ساتھ ساتھ میزان پبلشرز کے ڈائریکٹر شبیر احمد کو مہجور مرحوم کی اس تازہ کتاب کی اشاعت پر مبارک باد دیتا ہوں۔

☆☆☆

عقیدت کے پھول حضرت مہجورؔ کی نذر

مشتاق احمد گنائی
نائب صدر جے اینڈ کے
بھدرواہ جموں

شاعر کشمیر مہجور بحیثیت ایک انقلابی شاعر، ایک نامور ادیب وادیٔ فردوس کا اقبال اور محکمہ مال کا ایک پٹواری کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ پلوامہ کشمیر کی یہ ہمہ گیر شخصیت علامہ اقبالؔ کے اس شعر کی ترجمانی کرتی ہے کہ

اس دور کی ظُلمت میں۔ ہر قلب پریشاں کو
وہ داغِ محبت دے۔ جو چاند کو شرما دے

اوران کی دشواریوں اور پُر آشوب دور کی زندگی کا عنوان یہ اشعار ہیں کہ

گُلشن پرست ہوں۔ مجھے گل ہی نہیں عزیز!
کانٹوں سے بھی نباہ کیئے جارہاہوں میں!!

مہجورؔ صاحب مرحوم کو بحیثیت ایک پٹواری گلی گلی اور گاؤں گاؤں میں اپنے فرائض منصبی ادا کرنے کے دوران ہمارے اُس وقت کے سماج کو

پڑھنے اور ایک گہرا جائزہ لینے کا بھرپور موقعہ ملا۔ جس کا اُنہوں نے اپنی خداداد صلاحیت اور قابلیت کے بل بوتے پر اپنی شخصیت کو تراش کر وادی کشمیر کو اپنے تلخ تجربات اور تجزیات کی بناء پر اپنی نثر و نظم کی تحریروں اور تقاریر کے ذریعے سے وہ دیا جو آج بھی ایک غیور، منصف مزاج، انسان دوست اور سچائی کے علمبردار شخص کے لئے مشعل راہ ہے۔

پٹواری موصوف مرحوم کی اُن کی ذاتی زندگی کی رُوداد دلخراش اُن کے اپنے قلم سے جو اس کتابچہ ''پٹواری'' میں درج ہے پڑھ کر اندازہ ہوجاتا ہے کہ اُنہوں نے کن مشکل ترین حالات میں نہ صرف اپنے سرکاری کام کو خوش اسلوبی سے سرانجام دیا بلکہ اپنے اندر ایک انقلابی شاعر اور کہنہ مشق ادیب کو بھی اُجاگر کر کے اہل کشمیر کو بالخصوص اور باقی لوگوں کو بالعموم اپنے عمل سے مقصد حیات کا یہ پُر معارف سبق پڑھایا کہ

سبق پھر پڑھ صداقت کا۔ عدالت کا شُجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام۔ دُنیا کی امامت کا

مرحوم پٹواری غلام احمد مہجورؔ کی سبق آموز اور دلدوز داستان کا اندازہ اُس کی آپ بیتی اُن کے اپنے قلم سے لکھی ہوئی روداد کا مطالعہ کرنے سے ہوجاتا ہے کہ اس بے یارو مددگار مرد مجاہد نے کس طرح سے جرات، دلیری اور سچائی سے اپنی زندگی کو گذارا اور ایک دُنیا کو ظلم و زیادتی اور حق و انصاف کے خلاف سینہ سپر ہونے کا درس دیا۔ اُن کی حیات کے کچھ چیدہ چیدہ

واقعات کو یہاں درج کرنا خوف طوالت کا باعث بنے گا اس لئے قاری خود ہی مہجورؔ مرحوم کی اس ذاتی زندگی کی رُوداد سمت وحوصلہ پڑھ کر اُس سبق کو یاد کرے جو اس مفلس و بے کس مرحوم پٹواری نے ایک دنیا کو دیا ہے۔

ہاں ! البتہ یہ ضرور ہے کہ آج کے محکمہ مال کے اہلکاروں اور افسران کو بھی اس نِڈر سپاہیکے نقشِ قدم پر چل کر سماجی امتیاز رنگ ونسل اور ظلم وزیادتی کے خلاف ہونا اپنے فرائض منصبی سرانجام دینے کے دوران ملحوظ خاطر رکھنے کی ضرورت ہے، رشوت ستانی اور زیادتیاں جو ایک پیادہ (چپراسی) سے لیکر اعلیٰ حکام تک دفتروں میں عام انسان ۔غریب کسان اور زمیندار کو پیش آتی ہیں اسکے خلاف صف آراء ہونے کی ضرورت ہے۔اسی سماجی ناسور کو دور کرنے کا درس شاعر کشمیر نے بحیثیت ایک ادیب اور پٹواری۔اہل کشمیر کو دیا ہے جب وہ سرینگر سے پرتاپ سنگھ پورہ۔ ہندواڑہ اور کرناہ میں عیاری کے ساتھ کسی ناکردہ گناہ کی بناء پر ظلم وزیادتی سے دھکیل دیئے گئے اس نذرانہ عقیدت کے آخیر میں محکمہ مال کا یہ ایک حقیر ساگرداوار اور عہدہ دار پٹوار ایسوسی ایشن مرحوم ومغفور پیرزادہ غلام احمد مہجورؔ شاعر کشمیر کے لئے یہ شعر اُن کی نذر کرتا ہے۔

مانا کہ اس زمین کو نہ گُلزار کر سکے
کچھ خار کم تو کر گئے گذرے جدھر سے ہم

مہجورؔ: پٹواریوں کی بے بسی کا نوحہ خواں

شوکت احمد راتھر
گرداور محکمہ مال

مہجور کو کشمیر، کشمیریوں اور کشمیریت کا ترجمان شاعر کہنا کوئی مبالغہ نہیں ہے، یہ بات عیاں ہے کہ وادی کے اس عظیم شاعر نے جہاں کشمیر کے حسن اور اسکی خوبصورتی کے نغمے رقم کئے وہیں اس نے یہاں کی عظیم تہذیب اور روایات کو بھی اپنی شاعری کا موضوع بنایا، اتنا ہی نہیں بلکہ مہجور کی شاعری کا سرسری جائزہ لینے سے اس بات کا عندیہ ملتا ہے کہ اس کا دل اہلِ کشمیر کے خلاف روا رکھی جانے والی ستم کاریوں پر ہر وقت روتا رہتا تھا۔ مہجور نے اپنے لوگوں کے ساتھ برتے جانے والے ظلم وستم کو نہ صرف یہ کہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا بلکہ وہ خود بھی زندگی کے کئی مرحلوں پر ان مظالم اور آلام کا شکار ہوا تھا۔ مہجور کشمیر کے حسین نظاروں کے ساتھ ساتھ جھیلوں، جھرنوں، نالوں، چشموں، آبشاروں، مرغزاروں، کوہساروں، لالہ زاروں، کھیتوں، کھلیانوں، سیب، ناشپاتی، اخروٹ و بادام کے ہرے بھرے باغوں، پانپور کے زعفرانی لالہ زاروں کا شاعر تو تھا ہی ساتھ ساتھ وہ اہلِ کشمیر کی بے بسی، بے کسی اور کسمپرسی کا نوحہ خواں بھی

تھا۔مہجور کی زندگی کے ان عیاں پہلوؤں سے کشمیر کا تقریباً ہر باشندہ باخبر ہے یہی وجہ ہے کہ مہجور آج بھی کشمیر کے ہر گھر اور ہر دل میں موجود ہے، گو کہ مہجور کو عام طور پر ایک شاعر کے طور جانا اور پہچانا جاتا ہے البتہ ان کی شخصیت ہمہ جہت تھی اور آپ روحانی اور سماجی طور بھی کافی سرگرم اور فعال تھے۔مہجور صاحب کی اسی ہمہ جہت شخصیت کا ایک پہلو آپ کا سرکاری ملازم ہونا بھی ہے۔ پٹواری کے نام سے شاید ہی کوئی فرد ناواقف ہوگا اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ سماج سے وابستہ ہر شخص امیر، غریب، خواندہ، ناخواندہ۔شہر باش، دیہاتی غرض ہر ایک کو پٹواری کے ساتھ بلواسطہ یا بلا واسطہ کوئی نہ کوئی کام پڑتا ہے کیوں کہ زمین اور اس سے منسلک ہر شے کا ریکارڈ صرف پٹواری کے پاس رہتا ہے۔ جاندار مخلوق کے ساتھ ساتھ بے جان پہاڑوں، چشموں، جنگلوں وغیرہ کا سارا تحریری نظام ایک پٹواری کے ذمہ ہوتا ہے اسی بنا پر پٹواری کو محکمہ مال کی ریڑھ کی ہڈی کہا جاتا ہے۔لغت کے اعتبار سے لفظ پٹوار کشتی کا رخ موڑنے والے کو کہتے ہیں اور یہ ایک عیاں حقیقت ہے کہ انتظامیہ کو بہتر ڈھنگ سے چلانے اور اس کا رُخ مثبت پہلوؤں اور تعمیر و ترقی کی طرف موڑنے میں پٹواری کا رول غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔اگرچہ پٹواری عہدہ کے اعتبار سے نیچے ہے لیکن ذمہ داریوں اور فرائض کے حوالہ سے اونچا مقام رکھتا ہے۔ظاہری بات ہے کہ دورانِ کام کاج ایک پٹواری کو کن کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس کا بہتر اندازہ ایک پٹواری کے علاوہ اور کوئی نہیں لگا سکتا ہے۔مہجور کئی دہائیوں تک ریاست کے محکمہ

مال سے وابستہ رہے اور مختلف مقامات پر الگ الگ حیثیتوں سے اپنے فرائض انجام دیتے رہے۔ اس دوران جہاں آپ کا واسطہ انتہائی غریب اور لاچار لوگوں سے پڑتا تھا وہیں دوسری جانب صاحبِ ثروت اور حیثیت والے لوگوں کے ساتھ بھی اٹھنا بیٹھنا نصیب ہوتا تھا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ دورانِ ملازمت انہیں مختلف علاقوں میں جانا پڑتا تھا جہاں عام لوگوں کے تئیں حاکمانِ وقت کے برتاوٗ اور رویے کا بھی آپ از خود مشاہدہ کرتے ،حتیٰ کہ بعض اوقات انہیں خود بھی حاکموں کی سختی اور تندی کا شکار ہونا پڑتا تھا جس کا آپ نے نہ صرف اپنی کئی تحریروں میں تذکرہ بھی کیا ہے بلکہ حاکموں کی اس تُند روی کو اپنی شاعری کا بھی موضوع بنا ڈالا۔ مہجور صاحب کی تصنیف " پٹواری " میں انہوں نے عام لوگوں کے ساتھ ساتھ انتظامیہ اور محکمہ مال سے وابستہ پٹواری طبقہ کے ساتھ روا رکھی جانے والی ناانصافیوں کا خوب ذکر کیا ہے اور " پٹواری کی حیثیت سے مہجور کی ذاتی روداد " عنوان سے کتاب میں شامل تحریر میں مہجور نے اپنی بے بسی، بے کسی اور لاچاری کا رونا رویا ہے، ایسا اظہار ان کی شاعری میں بھی جا بجا ملتا ہے۔ مہجور کی شاعری سماج کے تئیں اُن کی ہمدردی کی ایک اچھی مثال ہے البتہ انہوں نے اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ محکمہ مال میں حاصل شدہ تجربات اور مشاہدات کو بھی قلمبند کر کے اگلی نسلوں تک پہنچانے کا بندوبست بھی کیا ہے۔ ہمیں جناب پیرزادہ ابدال مہجور اور میزان پبلشرز کا شکر گزار رہنا چاہیے جنہوں نے مہجور صاحب کے اس بظاہر گمنام گوشے کو منظرِ شہود پر لانے کی سعی کی۔ " پٹواری "

عنوان کی یہ کتاب محکمہ مال کے حوالے سے ایک شاہکار کی حیثیت رکھتی ہے جس کے بارے میں یہ بات وثوق کیساتھ کہی جاسکتی ہے کہ یہ محکمہ سے وابستہ ہر چھوٹے بڑے اہلکار کے لئے یکساں طور مفید اور کارآمد ثابت ہوسکتی ہے۔ یہ کتاب محکمہ مال کے تعلق سے اصطلاحات، اطلاعات اور معلومات کا ایک ایسا خزانہ ہے جس کی اشد ضرورت محسوس کی جارہی تھی۔ محکمہ کیساتھ تقریباً ایک چھوتھائی صدی کی وابستگی کی بناء پر میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ میری نظر میں آج تک ایسی کوئی کتاب نہیں گزری ہے، جو اتنی جامع اور ٹھوس مواد پر مبنی ہے۔ میرا ماننا ہے کہ اس کتاب کی اشاعت جہاں مہجور صاحب کی زندگی کے ایک اہم گوشے کی بازیافت ہے وہیں یہ قوم اور سماج کے تیئں مہجور صاحب کی جملہ خدمات کا اعتراف اوران خدمات کے تیئں خراجِ تحسین کی ایک کوشش بھی ہے۔ جس سے متعلقہ محکمہ سے وابستہ لوگ بھرپور استفادہ کرسکیں گے اور ساتھ ہی آنے والی نسلیں بھی مہجور صاحب کی شخصیت کو جان سکتے ہیں۔ اتنا ہی نہیں بلکہ یہ مہجور صاحب کے چھوڑے ہوئے نقوش ہی تھے کہ ان کی رحلت کے چند سال بعد منشی احمد علی مرحوم نے آل جموں کشمیر پٹوار ایسوسی ایشن کا قیام عمل میں لایا اور پٹواری طبقہ کو درپیش مشکلات اور مطالبات اربابِ اقتدار تک پہنچانے کے لئے ایک منظّم اور موثر پلیٹ فارم دستیاب رکھا جو آج تک ٹھیک اسی آئین اور لائحہ عمل کو اپناتے ہوئے برسرِ پیکار ہے۔

''حیاتِ مہجورؔ''

(شخصیت سے تعارف.....)

پیرزادہ ابدال مہجور
(متری گام پلوامہ)
دسمبر ۲۰۱۸ء

شاعرِ کشمیر پیرزادہ غلام احمد مہجورؔ ضلع پلوامہ کے ایک پُر فضا گاؤں متری گام میں گیارہ اگست ۱۸۸۷ء کو پیدا ہوئے۔اُس زمانے میں پلوامہ ضلع صدر مقام نہیں تھا بلکہ تحصیل تھی۔پلوامہ سرینگر کے جنوب میں ۳۰ کلومیٹر دُور اور متری گام پلوامہ کے مغرب میں ۵ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔مہجورؔ ایک پیرازادہ خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ان کے والد پیر عبداللہ شاہ اپنی شرافت اور نجابت کے لئے مشہور تھے۔پیر عبداللہ شاہ عربی اور فارسی کے جید عالم تھے اور فن خوشنویسی میں بھی کمال رکھتے تھے۔یہ اپنے آبائی وطن نوبگ تحصیل چاڈورہ سے متری گام خانہ داماد کی حیثیت سے آئے تھے اور یہیں کے ہو کے رہ گئے۔ مہجورؔ کی والدہ سعیدہ بیگم کا تعلق اُس علمی گھرانے سے تھا جس کے ایک اہم سُتون مُلّا اشرف دیری رہے ہیں۔جنہوں نے نظامی گنجوی کی پانچ فارسی مثنویوں یعنی خمسۂ نظامی

کے جواب میں ایک پورا خمسہ لکھا۔ کشمیر کی نیم اسطوری اور تاریخی لوک کہانی ''ہی مال'' کو بھی فارسی میں پہلی بار اُنہوں نے ہی نظم کیا۔

خاندانِ مہجورؔ نے کئی عالم اور باکمال خوشنویس پیدا کئے جن میں بابا حضور اللہ، کشمیر کے مشہور سکھ گورنر مہان سنگھ کے درباری کاتب تھے۔ ان کا کتابت کیا ہوا شاہنامۂ فردوسی نایاب ہے۔ مہجورؔ کی والدہ سعیدہ بیگم اِن ہی حضور اللہ کی نواسی تھیں۔ آپ خود بھی فارسی اور عربی پر دسترس رکھتی تھیں جس کا بین ثبوت ان کا نقل کیا ہوا ''اعتقاد نامۂ جامیؔ'' ہے۔ خاص طور سے وہ تشریحیں جو اُنہوں نے سُرخی سے اس مسودے پر جگہ جگہ رقم کی ہیں تاکہ اُن کا بیٹا مہجورؔ آگے چل کر اس سے استفادہ کرے۔ اس سے اس بات کا اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ وہ شعر و سخن سے خاص دلچسپی رکھتی تھیں۔ مہجورؔ تقریباً ۲ رسال کے تھے۔ کہ موت کے بے رحم ہاتھوں نے سعیدہ بیگم کو اُن سے چھین لیا۔ اور مہجورؔ کی پرورش اُن کی نانی عزیزہ بیگم کی آغوش میں ہوئی۔

گھر کا ماحول علمی ہونے کے سبب مہجورؔ کی ابتدائی تعلیم گھر ہی میں ہوئی، گیارہ سال کی عمر یعنی ۱۸۹۸ء میں ترال جا کے عبدالعلی گنائی عاشقؔ سے تعلیم حاصل کرنا شروع کی۔ یہ تعلیم و تربیت کا وہ مشرقی انداز تھا جو کم و بیش تمام برِّصغیر میں اُس وقت رائج تھا۔ ۱۹۰۱ء میں ۱۴ رسال کی عمر میں رسمی تعلیم کے لئے سرینگر آ کے مدرسہ نُصرت الاسلام میں داخلہ حاصل کر لیا اسی مدرسہ کے سالانہ جلسے میں مہجورؔ نے ۱۹۰۵ء میں بحیثیتِ طالبِ علم کے اپنی پہلی باقاعدہ کشمیری نظم

پڑھی تھی۔

۱۹۰۵ء میں ہی مہجورؔ نے پنجاب کا سفر کیا اور اس طرح سے مہجورؔ کی زندگی کے عملی سفر کا آغاز بھی ہوا جو پیچیدہ بھی تھا اور خار دار بھی۔ پنجاب اُس زمانے میں تمدنی ثقافتی اور ادبی سرگرمیوں کا خاص مرکز تھا۔ جس کی بدولت مہجورؔ نے وہاں کے جید علماء اور شعراء سے ملاقات کی۔ اِسی زمانے میں اُن کی ملاقات مولوی عبداللہ بسمل امرتسری سے ہوئی۔ نظم اور نثر میں مہارت رکھنے والے بسملؔ ہی کی وساطت سے مہجورؔ قادیان گئے اور وہاں اُردو کے کچھ چیدہ اخبارات میں خطاط کی حیثیت سے کام کیا اور ادارت میں بھی شریک رہے۔ پنجاب کے علماء اور شعراء سے مہجورؔ بسملؔ ہی کے ذریعے متعارف ہوئے۔ لُدھیانہ میں منعقدہ ایک مشاعرے میں کلام بھی پڑھا، جس کی صدارت شبلیؔ نعمانی نے کی تھی۔ یہ مشہور واقعہ اُسی زمانے سے منسوب ہے کہ جب شبلیؔ نے تخلص مہجورؔ اختیار کرنے کا سبب دریافت کیا تو مہجورؔ نے جواب دیا۔ کہ وطن سے دُور ہوں اس لئے مہجورؔ ہوں۔ دوبارہ پوچھا کہ جب وطن واپس جائیں گے تو ....؟ مہجورؔ نے بڑا ذہین جواب دیا کہ تب آپ سے دُور رہوں گا، اس لئے بھی مہجور ہی رہوں گا۔ لڑکپن سے ہی شاعری کا شوق و ذوق اپنے اندر بھرا تھا جو پنجاب کے ادبی حلقوں سے وابستہ ہو کر اُبھرنے لگا، مہجورؔ تخلص کیا اور باقاعدہ شعر گوئی کرنے لگے۔

پنجاب کے دوسالہ قیام کے بعد واپسی پر ۱۹۰۷ء میں نانی عزیزہ بیگم

کا کالرا سے انتقال ہوا جس کا مہجوؔر کو زبردست صدمہ ہوا۔ اسی سال پیر عبداللہ شاہ کا تعمیر کردہ مہجوؔر کا آبائی مکان جس میں اُنہوں نے آنکھ کھولی تھی اور بچپن کے چند برس گزارے تھے۔ آگ سے خاکستر ہوگیا۔ اب سر چھپانے کے لئے سوائے سایہ پدری کے کوئی آسرا نہ تھا۔ چنانچہ اس خاندان کی تاریخ نے ایک بار پھر اپنے آپ کو دہرایا اور یہ باپ بیٹے واپس نو بُگ گئے۔ سوائے۔ مریدی کے سلسلے کے کوئی خاص ذریعہ معاش بھی نہیں تھا۔ اسی اثنا میں ایک دوست کے ذریعے مہجوؔر یارِ کلان تحصیل چاڈورہ کے ایک باکمال رُوحانی بُزرگ پیر غیاث الدین کے قریب ہوئے۔ پیر غیاث الدین کا حلقہ شائقین وسیع تھا اور وہ عالموں کے قدردان تھے۔ جب اِنہیں مہجوؔر کے لکھا پڑھا ہونے کا علم ہوا تو اپنے تینوں بچوں کا مہجوؔر ہی کو اتالیق مقرر کیا۔ اس طرح اُن کے نکاح میں پیر غیاث الدین کی دختر مہتاب بیگم آ گئیں۔ اور مہجوؔر خانہ داماد کی حیثیت سے اُن ہی کے گھر میں رہائش پذیر ہوئے۔

مہجوؔر پیر مُریدی کے اپنے آبائی پیشہ کے ابتداء ہی سے خلاف تھے چنانچہ وہ خود رقم طراز ہیں۔ ''توانا اور تندرست پیرزادے کو صدقہ و خیرات اور نذر و نیاز لینے کا کیا حق حاصل ہے۔ پیر کی خدمت انجام دینے سے غریب مُرید کو کیا نعم البدل مل سکتا ہے؟ آخر اس آمدنی کا کیا نام ہے جو محنت اور مشقت کے بغیر حاصل ہو۔ میں ایسی مفت خوری کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہتا ہوں''۔ اِسی کے پیشِ نظر اُنہیں خود محنت اور مشقت کر کے کمانے کی جستجو رہی۔ اور مشہور شاعر

چودھری خوشی محمد ناظرؔ جو گورنر بلستان تھے کے وسیلے سے محکمۂ بندوبست اراضی میں ۶ /روپے ماہوار مشاہرے پر ۱۹۰۸ء میں شجرہ کش بنا کر لداخ بھیج دئے گئے۔ ۱۹۱۰ء میں مہجورؔ کرگل میں تھے کہ چچا پیر محمد شاہ کا خط ملا۔ جس میں لکھا تھا کہ مہجورؔ کے والد پیر عبداللہ شاہ کا علالت کے بعد ۳/جنوری ۱۹۱۰ء کو انتقال ہوا۔ انتقال کے وقت اُن کی جیب سے ایک روپیہ برآمد ہوا۔ آٹھ آنے اُن کی تجہیز و تکفین پر خرچ ہوئے۔ اور آٹھ آنے فاتحہ پر۔ اِس خط نے مہجورؔ کے ذہن میں ہلچل مچادی۔ قدیم رشتوں کا جو دھاگہ اب تک کسی طرح سے بندھا ہوا تھا وہ یکا یک ٹوٹ گیا تھا۔ ملازمت سے رخصت لے کر کشمیر آئے لیکن گھر کی زنجیروں نے اس طرح باندھ دیا کہ واپس کرگل نہ جاسکے اور ملازمت سے بر طرف کئے گئے۔ ایک طرف تو سایہ پدری سے محرومی۔ دوسری طرف ملازمت سے برطرفی اور تیسری طرف براہِ راست گھریلو ذمہ داریاں اس طرح سے دامن گیر ہوئیں کہ مہجورؔ یاس والم کی تصویر بن گئے۔ اِن ہی ایّام میں اپنے سُسرالی عزیزوں کے سلسلے سے اپنی اہلیہ مہتاب بیگم کے ہمراہ شاہ عبدالرحیم قلندر صفا پوری کی خدمت میں حاظر ہوئے۔ اظہارِ خیال کیا۔ اس صاحب نظر بُزرگ نے محنت وجستجو کی تلقین کرتے ہوئے کہا۔ اللہ مشکل کشائی کرے گا۔ چنانچہ اس دور میں معاشی پریشانیوں نے اس طرح گھیرا کہ ۱۹۱۳ء تک کئی بار پنجاب کا سفر کرنا پڑا۔ جب تک کہ ان کا تقرر پٹواری کی حیثیت سے ہوا۔ باوجود اِس ملازمت کے مہجورؔ اُس وقت کے جاگیردارانہ نظام کے ظلم وستم سے محفوظ نہ رہ

سکے۔ جس کی بشارت شاہ عبدالرحیم نے پہلے ہی دی تھی چنانچہ ۱۹۱۳ء سے ۱۹۲۰ء تک تین بار سرکاری ملازمت سے معطل ہوئے۔ اور بالآخر ۱۹۲۰ء میں جب حاجن بحیثیتِ پٹواری تبدیل ہوئے تو کچھ سکون نصیب ہوا۔ پٹواری کی ملازمت نے مہجورؔ کو ایک بہترین موقع فراہم کیا۔ یعنی مہجورؔ کو وادیٔ کشمیر کے طول و عرض میں سفر کرنے۔ مختلف علاقہ جات میں رہنے وادی کشمیر کے لوگوں کی سماجی اور اقتصادی زندگی کا مشاہدہ کرنے اور بالخصوص یہاں کے دیہاتوں اور کسانوں کی حالت اور اُن کے رہن سہن۔ زراعت اور معاشی زندگی کے بارے میں بہت باریکی سے دیکھنے اور محسوس کرنے کا بھرپور موقعہ ملا۔ وہ جہاں بھی رہے اپنی شخصیت خلوص و محبت اور خوش کلامی سے لوگوں کو اپنا گرویدہ بنایا۔ اونتی پورہ میں رہے۔ حاجن میں رہے۔ ہندواڑہ گئے۔ اور آری گام میں قیام کیا۔ آری گام کے قیام کا سلسلہ ۱۴ ر طویل برسوں پر پھیلا ہوا ہے۔ یہ مہجورؔ کی شاعرانہ پختگی۔ علمی سرگرمی اور تلاش و جستجو کا زمانہ تھا۔ سرکاری ملازمت کا یہ سفر آخر ۱۹۴۴ء میں اختتام پذیر ہوا۔ اور مہجورؔ بحیثیتِ پٹواری ہی سرکاری ملازمت سے سبکدوش ہوئے اور ۱۹۴۴ء میں ہی متری گام میں دوبارہ مستقل سکونت اختیار کی۔ اور تخلیقی و تحقیقی کام میں مصروف ہوئے۔ مہجورؔ نے اپنے قلم اور گفتار سے کشمیریوں میں وطن پرستی اور اعتماد پیدا کیا اور کشمیری قوم نے بھی اس کے جواب میں مہجورؔ کو محبت دی۔ اُن کے نغموں کو سینے سے لگائے رکھا۔ حکومت جموں و کشمیر نے اُن کی خدمات کے اعتراف میں اُنہیں تاحیات وظیفہ سے نوازا۔

مشہور ماہرِ تعلیم جناب اسد اللہ کاظمی جو ناظمِ تعلیمات تھے نے حکومت کا وہ اعتراف نامہ اِن الفاظ میں مہجور تک پہنچایا۔

''آج ریاست جموں وکشمیر کی کابینہ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ کشمیری زبان کے شاعرِ اعظم کو مبلغ سو (۱۰۰) روپے ماہوار کی پنشن تاحسین حیات دی جائے۔ کشمیری زبان اوراس کی شاعری کو آج ایک قومی رتبہ ملا ہے۔اس پر اس کی زبان اوراس کے تمدن سے محبت کرنے والے جتنا بھی فخر کریں کم ہے''۔

یہ حکومت کی طرف سے کشمیری تہذیب وتمدن۔ زبان و ادب اور خاص طور سے کشمیری شاعری کے حُسن اور اِس کی قوت کا پہلا بھر پور اعتراف تھا۔مگر اِس کا کیا کیجئے کہ .... عید ہوئی ذوق و لے شام کو۔

مہجورؔ کی طبیعت پہلے ہی ناساز تھی۔ وہ حکومت کی طرف سے دیا جانے والا وظیفہ وصول کرنے کے لئے متری گام سے پلوامہ تشریف لے گئے۔ یہ ۸/ اپریل ۱۹۵۲ء کا دن تھا۔خزانے سے وظیفہ کی رقم حاصل کی مگر باہر آتے ہی فالج گر پڑا۔اُنہیں اپنے گھر متری گام پہنچایا گیا اور ۹/اپریل ۱۹۵۲ء کی صبح کو کشمیر کا نغمہ خواں چل بسا۔ اگلے روز وہیں متری گام میں دفن کئے گئے۔لیکن حکومتِ وقت نے فیصلہ کیا کہ کشمیر کے قومی شاعر کو سرینگر کے قریب اتھواجن میں مزارِ حبہ خاتون میں دفن کیا جائے۔ چنانچہ ۱۱/اپریل ۱۹۵۲ء کو مہجورؔ کے جسدِ خاکی کو دوبارہ قبر سے نکالا گیا اور اُن کی میّت کو متری گام سے خانقاہِ معلیٰ سرینگر لایا گیا۔اور وہاں سے سرکاری اعزاز کے ساتھ جُلوس کی صورت میں اتھواجن

لے جایا گیا جہاں ۲۱؍توپوں کی گرج دار آوازوں کے بیچ مہجورؔ کی میت کو سپرد خاک کیا گیا۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ مہجور نے فارسی اور اُردو شعروسخن کی دنیا میں آنکھ کھولی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اُن کی شاعرانہ صلاحیتوں اور فنی کمالات کو کشمیری زبان کے شعروادب کی پُرفضا اور رنگین دنیا میں ہی نگاہ نصیب ہوئی۔ یہاں تک کہ وہ کشمیری زبان اور کشمیر کے قومی شاعر یعنی شاعرِ کشمیر بن گئے۔ مہجورؔ بیسویں صدی کا شاعر ہے یعنی ہماری اپنی صدی کا شاعر جس نے کشمیری شاعری کو پہلی بار نئے انداز سے تراشا۔ سنوارا، اور نکھارا۔ کشمیری شاعری کی دیوی کو اپنی پیشر و صوفی شعراء کے تنگ و تاریک غاروں سے نکال کر داویٔ گل پوش کی سرسبز و شاداب مرگوں، جھرنوں، آبشاروں اور مہکتے لالہ زاروں میں پہنچا کر ایک عام انسان سے آشنا کرایا اور اُن ہی کی سیدھی سادھی زبان میں اس کے سوز و گداز کو اظہار عطا کیا۔ اس طرح کشمیری شاعری کا عوام سے ربط پیدا ہو گیا اور شاعر کو عوامی منصب نصیب ہوا۔ کشمیری شاعری کی فرسودہ رومانیت کو تجربہ کی نئی بھٹی میں تپا کر اور اپنے زندہ جذبات سے لبریز دل کی دھڑکنیں عطا کر کے اس کو ایک بار پھر دل فریب اور دلکش بنا دیا۔ مہجورؔ کی دنیا پھولوں کی خوشبو۔ پرندوں کی چہچہاہٹ اور آبشاروں اور ندی نالوں کے نغموں سے معمور ہے۔ اس میں ترنم اور دلکش آوازوں اور خوب صورت اور خوش کُن رنگوں کا امتزاج ہے۔ مہجورؔ کا ذوقِ جمال محلوں اور اُونچے ایوانوں کو نہیں تاکتا بلکہ

کشمیر کے کھیتوں اور اُن میں کام کرنے والوں کی طرف دیکھنے پر آمادہ کرتا ہے۔اس کی ایک نمائندہ مثال اُن کی نظم ''گریسی کُور'' ہے جو اُنہیں ورڈس ورتھ کا سا فطرت شناس انداز بخشتی ہے۔شاعری کو عوام کے قریب لاکر مہجوؔر نے کشمیریوں کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنے میں اپنا بھر پور حصہ ادا کیا۔شاعری کے ذریعے پہلی بار کشمیری عوام کے دلوں میں گرمی اور ذہنوں میں حرکت پیدا ہوئی۔

مہجوؔر کو کشمیر اور کشمیر سے باہر برصغیر کی ممتاز ادبی شخصیتوں کے ساتھ مراسم تھے جن میں علامہ اقبال، رابندر ناتھ ٹیگور، ایڈورڈ جے براؤں، عرش ملسّیانی، مولانا شبلی، بسمل امرتسری، مولانا حبیب الرحمٰن، شیونرائن شمیم، ڈاکٹر جی ایم ڈی صوفی، منشی محمدالدین فوق، قابلِ ذکر ہیں۔

مہجوؔر کے فکروفن کا دائرہ صرف اُن کی شاعرانہ، صلاحیتوں تک ہی محدود نہیں رہا بلکہ انہوں نے نثر نگاری کے میدان میں بھی اپنے جوہر دکھائے ہیں۔مہجوؔر کی نثری تصانیف میں ''آئینہ اتحاد کشمیر'' تذکرہ فارسی شعرائے کشمیر'' ''سفرنامہ لداخ'' ''حیات رحیم سوانح حبہ خاتون اور ''پٹواری'' قابلِ ذکر ہیں۔ گھریلو پریشانیوں اور ناسازگار حالات کے پیشِ نظر مہجوؔر ان تصانیف کو اپنی زندگی میں شایع نہیں کرسکے۔صرف حیاتِ رحیم چھپ چکی ہے۔بہرحال یہاں صرف مہجوؔر کی ایک تصنیف ''پٹواری'' کا ذکر کرنا مطلوب ہے۔اس کتاب کی تالیف میں کونسا مقصد و مدعا کارفرما تھا۔اس کے بارے میں مہجوؔر نے کتاب

کے دیباچہ میں تفصیل سے وضاحت کی ہے۔اس ضمن میں مزید کوئی وضاحت کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔بس اتنا کہہ سکتے ہیں کہ مہجؔور ایک عام ملازم نہیں تھے۔جس کا ملازمت سے صرف مشاہرے کا تعلق ہوتا ہے۔وہ شجرہ کش اور پھر پٹواری ضرور تھے مگر اُن کے اندر کا ادیب اور شاعِر ہمیشہ اُن کے ساتھ رہا۔ چنانچہ قیام آری گام ہی کے دوران ''پٹواری'' کے نام سے ایک کتاب لکھ کر اس بات کا ثبوت فراہم کیا کہ وہ محکمۂ مال کی کارگذاری، اصطلاحات اور پٹواری کے فرائض وغیرہ سے کسقدر ماہرانہ واقفیت رکھتے تھے۔اس کتاب سے جہاں عام لوگ استفادہ کر سکتے ہیں۔ وہاں محکمۂ مال کے ملازم بھی مستفید ہو سکتے ہیں۔ بہر کیف کتاب ھٰذا کی افادیت کے بارے میں صحت مند رائے ہمارے قارئینِ گرامی ہی ظاہر کر سکتے ہیں جس کی ہم اُن سے بہر صورت توقع رکھیں گے۔

☆☆☆

تمہید

پیرزادہ غلام احمد مہجور (پٹواری)
۸ چیت ۱۹۹۱ سمہ بکرمی
(ٹنکی کدل سرینگر کشمیر)

کشمیر کے دیہات میں عموماً پرائمری تک ہی تعلیم دی جاتی ہے۔ زمینداروں کے بچے پانچویں جماعت کا امتحان پاس کرکے اپنے موروثی پیشہ (کاشتکاری) کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ کیونکہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی نہ ان میں استطاعت ہے اور نہ دیہات میں اعلیٰ تعلیم کا مکمل انتظام ہے۔ دیہاتی اور زمیندارہ زندگی کو ملحوظ رکھتے ہوئے زمینداروں کے لئے پرائمری تعلیم بھی کافی تھی۔ بشرطیکہ یہ مختصر تعلیم ان کی مختصر ضروریات کو پوار کرسکتی۔

تجربہ اور مشاہدہ ثابت کررہا ہے کہ عہد حاضرہ کا پرائمری پاس زمیندار لڑکا نوشت وخواند سے وہ فائدہ نہیں اُٹھا سکتا جس کی اس کو ضرورت ہے۔ یعنی جن معاملات کے ساتھ اِس کو رات دن واسطہ پڑتا ہے اور اپنے سادہ کاروبار میں جو مشکلات اس کو پیش آتی ہیں۔ ان کے حل کرنے میں موجودہ تعلیم اس کو کوئی مدد نہیں دے سکتی۔

سرکاری محکمہ جات میں سے زمیندار کے زیادہ تر تعلقات محکمۂ مال کے ساتھ ہیں جس کا سنگِ بنیاد پٹواری ہے۔ پٹواری کے پاس اراضیات اور مال گذاری کے حسابات کا دفتر اردو زبان میں موجود ہوتا ہے۔ اوران کاغذات کے سمیت زمینداروں کے پاس ہروقت رہتا ہے۔ لیکن پانچویں جماعت کا سند یافتہ زمینداران کاغذات کے سمجھنے سے قاصر ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ نمبر خسرہ کس کو کہتے ہیں! کھیوٹ اور کھاتہ کیا ہوتا ہے! لگان کس جانور کا نام ہے! پرتہ سے کیا مطلب ہے! سِوا کا کیا مقصد ہے! گرداوری سے کیا مراد ہے۔ حق اسامی یا حق ملکیت کسے کہتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اپنے گھر میں پڑے پرچہ رسید بھی کو دیکھ کر یہ نہیں بتا سکتا کہ اس کے قبضہ میں کتنی زمین ہے۔ اوراس پر کتنا مالیہ لگا ہوا ہے۔ اور درختوں پر کتنی جمع لگائی گئی ہے۔ اس کے مقبوضہ رقبہ میں سے کس قدر رقبہ آباد ہے۔ اور کس قدر غیر آباد۔ کتنا رقبہ آبی ہے۔ اور کتنا خشکی! حالانکہ ماہرانِ تعلیم اور اکثر صاحب الرائے اصحاب کا دعویٰ ہے کہ عہدہ پٹواری کے لئے صرف پانچویں جماعت کا سند یافتہ ہونا کافی ہے۔

درحقیقت اس کمزوری اور کوتاہی کی خاص وجہ یہ ہے کہ پرائمری کے نصاب تعلیم میں دیہاتی ضروریات کی تعلیم کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ وہ باشانہ طرز معاشرت، طرز تمدن اوران کے ماحول کو ملحوظ رکھتے ہوئے اگران کو وہی تعلیم دی جاتی تو یہ ممکن تھا۔ کہ ایک پرائمری پاس لڑکا کچھ دن مساحت کا عملی کام سیکھ کر پٹواری کے فرائض انجام دے سکتا۔

میرا خیال ہی نہیں بلکہ تجربہ ہے کہ اکثر زمیندار فرائضِ پٹواری اور کاغذاتِ پٹواری سے ناواقفیت کیوجہ سے بارہا غلط فہمیوں کے شکار ہوکر بڑے بڑے تنازعات برپا کردیتے ہیں۔جن کے سلجھانے میں اکثر عالی دماغ حکام کا قیمتی وقت ضائع ہوجاتا ہے۔اور خودغرض، حریص، چالاک لوگ زمیندار کی جہالت سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔موجودہ وقت کے لکھے پڑھے زمیندار بھی بوجہ عدم علمیت قوانین پٹوار جاہل زمینداروں کی کوئی رہنمائی نہیں کرسکتے۔

علاوہ اس کے جب کشمیر میں بیع ورہن کی اجازت ہوئی تو اکثر لوگوں نے دیہات میں زمینیں خریدلیں۔مگر بوجہ لاعلمی قوانین پٹواران کو بڑے بڑے مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور آئندہ ان کو اس سے بھی زیادہ تکالیف پیش آنے کا احتمال ہے۔حالانکہ شہری مشنریوں کا بیشتر حصہ تعلیم یافتہ ہے۔

اسی طرح محکمہ مال کے نئے بھرتی شدہ ملازموں کو بروقت امتحان پٹوار کے متعلق کوئی ایسی جامع اور مختصر کتاب نہیں ملتی جس سے وہ واقفیت حاصل کرکے کامیاب ہوجائیں۔

ان ضروریات کو محسوس کرکے یہ کتاب عام لوگوں کی واقفیت کے لئے عموماً اور دیہاتی مدارس پرائمری کی چوتھی اور پانچویں جماعت کے طلباء کیلئے خصوصاً لکھی گئی ہے۔جس کا نام پٹواری رکھا گیا ہے۔کتاب پٹواری میں فن پٹوار کے جملہ اصول وہدایات۔رقبہ جات کی مکمل تشریح۔مال گذاری کے مختصر قوانین۔کاغذاتِ پٹوار کا مفصل تذکرہ آسان اور عام فہم طریقوں سے کیا

گیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ایک معمولی علمیت کا آدمی اس کتاب کو بغور پڑھنے اور ذہن نشین کرنے کے بعد پٹوار کے کام سے پوری واقفیت حاصل کریگا۔ اُمید ہے کہ کشمیر کے باشندے عموماً اور زمیندار لڑکے خصوصاً میری اس محنت کی داد دیں گے۔

☆☆☆

بحیثیت پٹواری مہجورؔ کی ذاتی رُوداد
(ایک معنی خیز اور عبرت انگیز داستان)

پیرزادہ غلام احمد مہجورؔ

یہ ’’رُوداد‘‘ مہجورؔ کے کاغذات میں اُن کے اپنے دستخط میں موجود ہے ۔اس میں مہجورؔ نے ۱۲ستمبر ۱۹۳۱ء کو اُن الزامات کا جواب دیا ہے جو اُن پر شورش میں ملوث ہونے کے سلسلے میں عائد کئے گئے تھے لیکن اس میں ان کی ملازمت کی ساری تلخیاں اور محرومیاں بیان ہوئی ہیں۔ اہم بات یہ ہے کہ اس میں اُس دور کے کشمیر بالخصوص دیہات (جو مہجورؔ کی کارگاہ تھے) کی زندگی ،انتظامیہ اور عوام کی مظلومیت کے کتنے ہی پہلو محفوظ ہوئے ہیں۔ اِس میں اُن تعصّبات اور توہمات کی گھناونی تصویر بھی جھلکتی ہے جو اُس وقت کے حکمران طبقہ میں بیماری کی طرح سرائیت کر گئے تھے۔ بہرصورت اس رُوداد کی ایک تاریخی دستاویز ہونے کی حیثیت ہے۔ ملاحظہ کیجئے:

(پیرزادہ ابدال مہجور)

میں سرینگر کا باشندہ ہونے کے باوجود بوجہ ملازمت مفصلات میں زندگی بسر کررہا ہوں، میں سرینگر کی نسبت ۲ جون، ۱۳ جولائی ۱۹۳۱ء یا اس کے

بعد کے افسوس ناک واقعات کی کوئی چشم دید شہادت پیش نہیں کر سکوں گا۔ البتہ ۱۳ جولائی ۱۹۳۱ء کو فساد کی جو آگ سرینگر میں بھڑک اُٹھی اسکی ایک چنگاری نے ۴۲ میل کے فاصلے پر میرے پیراہن امن میں رخنہ پیدا کر دیا اور اس سے مجھے حق پیدا ہوا کہ میں موجودہ ایجی ٹیشن کے متعلق کچھ عرض کروں۔ چونکہ میری عمر کا بیشتر حصہ زمینداران میں ہی بسر ہوا ہے۔ اس لحاظ سے میں پہلے ہی بیان کروں گا کہ کن وجوہات نے زمینداروں کے دلوں میں موجودہ حکومت کی بدظنی اور بیزاری پیدا کر دی ہے؟ اور کن اسباب نے ان کو موجودہ شورش سے متاثر ہوکر ایجیٹیٹروں کی آواز پر لبیک کہنے پر آمدہ کیا ہے۔ میں اپنے بیان میں کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں کروں گا جسکا ناقابل تردید ثبوت اور مصدقہ ریکارڈ میرے پاس موجود نہ ہو۔

مفصلات کشمیر میں ۹۹ فیصد مسلمان آباد ہیں، جو سب کے سب زراعت پیشہ اور تقریباً سب جاہل ہیں۔ سرکاری محکمہ جات میں سے محکمہ مال کے ساتھ انکے زیادہ تعلقات وابستہ ہیں۔ عرصہ دراز سے جو تظلمات زمینداروں پر ہوتے رہے ہیں اُن کا سرچشمہ دراصل یہی محکمہ ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ ایک چپراسی سے لیکر مشیر مال تک اس محکمہ پر غیر مسلموں کا قبضہ ہے جنکے دلوں میں اس جفاکش اور فلاکت زدہ طبقہ کی ہمدردی ایک ذرّہ کے برابر بھی موجود نہیں ہیں۔ موجودہ فرماں روائے کشمیر سری مہاراجہ صاحب بہادر جب گدی نشین ہوئے تو انہوں نے سب سے پہلے ''بیگار'' کی بندش کا خسروانہ

فرمان نافذ فرمایا۔ چوں کہ عرصہ دراز سے اس انتہائی ظلم کے طرز عمل نے زمینداروں کا کچومر نکال دیا تھا۔اس عنایت خسروانہ سے وہ بیحد مسرور ہوئے اوران کے دلوں میں اپنے نیک دل اور رعایا پرور مہاراجہ صاحب بہادر کے تیئں بے انتہا محبت پیدا ہوگئی لیکن کچھ عرصہ کے بعد جب انہوں نے دیکھا کہ بیگار عملاً بند نہیں ہوا،تو انکی تمام شادمانی مایوسی میں تبدیل ہوئی۔انکے پاس تحصیل کا ایک چپراسی آتا ہے تو خوردونوش اور دیگر ضروریات ان سے جبراً اور مفت حاصل کر لیتا ہے۔ پٹواری مفت خوراک کھانے کے علاوہ اپنے حلقہ کے دیہات میں اپنا ڈیرہ زمینداروں سے بغیر اُجرت اٹھواتا ہے۔ جب اسکو کوئی سرکاری یا پرائیویٹ ڈاک یا کوئی چیز بھیجنی ہوتی ہے تو وہ جبراً زمینداران کے ذریعہ یہ کام بلا معاوضہ کراتا ہے۔ایک گرداور اور قانون گو کے ساتھ دوتین آدمی اور ایک گھوڑا ہوتا ہے اور وہ سال کے سارے ایاّم زمیندان ہی کے گھروں میں گزار دیتے ہیں۔کسی جگہ وہ اپنی خوراک کی قیمت ادا نہیں کرتا۔ڈاک رسانی کا کام بھی بذریعہ زمینداران کرواتا ہے۔اگرچہ وزارت صاحبان اپنی اپنی ذات کا زرِ خوارک اور ذاتی بستروں کی مزدوری دیتے ہیں۔لیکن انکے ساتھ محرران ، چپراسیان ،مہمانان وجلوداران کی جوفوج ہوتی ہے انکا ہر ایک کام (خوراک باربرداری وغیرہ) زمینداراں سے بلا معاوضہ حُکماً کروایا جاتا ہے۔محکمہ مال کا جوعملہ تحصیل ہیڈکوارٹر پر رہتا ہے انکی ضروریات کی چیزیں دیہات سے جبراً اور بلا قیمت مہیا کی جاتی ہیں۔اس سلسلہ میں بعض اوقات زمینداران سے قیمت

اشیاء کی فرضی رسیدیں بھی حاصل کی جاتی ہیں۔

رشوت ستانی کی عام شکایت ہے کہ تمام سرکاری محکمہ مال جوڈیشل، پولیس، جنگلات، محکمہ تعلیم، ملبری کلچر زمیندار بینک وغیرہ کے اہل کاران زمینداران سے رشوت لیتے ہیں۔ مگر محکمہ جات کی رشوت ستانی کے طریق عمل سے میں پورا واقف نہیں ہوں۔ البتہ محکمہ مال کے متعلق کسی قدر وضاحت کے ساتھ عرض کرونگا۔ ایک زمیندار کے خلاف تحصیل میں رپورٹ پیش ہوتی ہے کہ اُس نے درخت اخروٹ کی ایک شاخ بلاحصول اجازتِ ضابطہ کاٹی ہے۔ یہ درخت زمیندار مذکورہ کی کھیت میں واقع ہے اور اس درخت کا مالیہ وہی ادا کرتا ہے۔ تو تحصیل سے زمیندار کی طلبی کا حکم جاری ہوتا ہے۔ چپراسی زمیندار کو ڈراتا ہے کہ تم پر جرمانہ ہوگا اور ممکن ہے کہ تم کو قید بھی ہو جانا پڑے۔ سادہ لوح زمیندار خوف کے مارے دو روپیہ تک رشوت دیکر سمن پر لکھا تا ہے کہ طلبیدہ گھر پر موجود نہیں ہے۔ یا چپراسی سمن کو ہی تلف کر دیتا ہے۔ اِدھر جب تاریخ مقررہ پر وہ مثل تحصیل دار صاحب کے سامنے پیش ہوتی ہے تو اُس پر حکم لکھا جاتا ہے کہ کوئی حاضر نہیں اور نہ اطلاع یابی شامل ہے۔ مکرر بتاریخ فلان سنہ فلان طلب کیا جائے۔ بلکہ جس قدر امثلاتِ مال روزانہ تحصیلدار صاحب کے پیش کئے جاتے ہیں ان میں سے ۹۰ فیصد امثلات پر یہی حکم لکھا جاتا ہے۔ دوبارہ سمن جاری ہو جانے پر بھی یہی کاروائی کی جاتی ہے اور کبھی اسامی کے بار بار گھر پر موجود نہ ہونے یا سمن کے تلف ہو جانیکا سوال پیدا نہیں ہوتا ہے اور نہ ہی اہلکار اجرا کندہ

سمن یا چپراسی سے کوئی باز پُرس ہوتی ہے۔ اسطرح سال ہا سال گزر جانے کے بعد جب اسامی رشوت دے کر تنگ آجاتی ہے تو ۲ سے ۸ تک طلبانہ دیکر سمن پر اطلاع یابی کرتی ہے۔ بیچارہ زمیندار لرزان وترسان تاریخ مقررہ پر صبح کے آٹھ بجے ہی تحصیل کے احاطہ میں حاضر ہو جاتا ہے۔ شام کے وقت ایک روپیہ سے پانچ روپیہ تک نذرانہ ادا کر کے اس کو اس شرط پر لمبی تاریخ دی جاتی ہے کہ وہ دوسری تاریخ پر اہلکاراں و چپراسیانِ تحصیل کیلئے فرمائشی چیزیں ساتھ لے کر آئے ۔اس مرحلہ پر بھی یہ مثل تحصیل میں سال ہا سال تک دائر رہتی ہے۔ بلکہ تحصیل میں اس قسم کی ہزار ہا مثلیں چار پانچ سال سے زیادہ عرصہ سے پڑی ہیں جن سے تحصیل کا عملہ ناجائیز فائدہ اُٹھا رہا ہے۔ کچھ عرصہ ہوا کہ سری سرکار والا مدار نے حکم جاری فرمایا تھا کہ گمنام درخواستوں پر کوئی کاروائی نہ کی جائے مگر مفصلات میں اس حکم کی متعلق تامیل نہ ہوئی ۔سینکڑوں گمنام درخواستوں پر تحصیل میں کاروائیاں ہوتی ہیں ۔باقاعدہ امثلات دائر ہیں۔ بلکہ شریرالطبع لوگوں نے عموماً اوراہلکاران سرکار نے اکثر اس عمل کو مستقل طور پر انتقام گیری کا ذریعہ بنایا ہے۔ایک سادہ کاغذ پر کسی غیر معروف شخص کے ہاتھ سے کوئی بناوٹی کہانی درخواست کی صورت میں کسی کے خلاف لکھوا کر اسکے نیچے بکر کا فرضی نام درج کراتے ہیں اور رسمی لفافہ میں ڈال کر متعلقہ محکمہ کو بھیج دیتے ہیں اور بعد میں اس پر محکمانہ کاروائی شروع کر کے خوب ہاتھ گرم کرتے ہیں۔ زمینداران رقبہ خالصہ سے نوتور کرتے ہیں۔تو رپورٹ ہونے پر ان کو سالہا سال تک تحصیل کی

آستان بوسی کرنا پڑتی ہے۔ رقبہ کا ہچرائی، کوہل، سڑک وغیرہ سے جو نوتور ہوا ہے ایک طرف تو اس پر جمع بندی ہوئی ہے۔ دوسری طرف رپورٹ پیش ہو جانے پر جرمانہ کی تجویز ہوتی ہے اور کہیں ضبطۂ فصل نوتور کی کاروائی کی جاتی ہے اور نوتور کنندہ کو رقبہ نوتور سے بے دخل کیا جاتا ہے۔ زمیندار اس لئے قبضہ نہیں چھوڑتا کہ اسے رقبہ کا مالیہ دینا پڑتا ہے۔ متعلقہ اہلکاروں کو پھر رپورٹ کرنا پڑتی ہے۔ سری سرکار والا مدار کی تاج پوشی پر اعلان ہوا تھا کہ رقبہ خالسہ بطور شاملات زمینداروں کو عطا کیا گیا۔ پانچ سال گزر گئے۔ ابھی تک اس اعلان کا تصفیہ یا عملدارآمد نہ ہوا۔ زمینداران تاریخ اعلان سے بسرعت رقبہ خالصہ کو آباد کر رہے ہیں۔ پٹواریان کی رپوٹوں پر خلاف ورزی کی صدہا مثلیں انکے خلاف دائر ہو جاتی ہیں۔ نتیجہ سوائے پریشانی و بربادی زمینداران اور کچھ بھی نہیں۔

چھوٹی عمر میں شادی کرانے پر پابندی کا قانون تین سال سے جاری ہے۔ سرکار والا مدار نے محض رعایا کی بہبود کیلئے اس کو نافذ فرمایا۔ بلکہ کہا جاتا ہے کہ اس میں مسلم آبادی کا خیال رکھا گیا ہے۔ لیکن اس قانون نے زمینداران کی پریشانی اور مصیبت میں ایک اور باب کا اضافہ کیا ہے۔ جس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اس قانون سے پہلے زمیندار کو اپنی لڑکی کے نکاح پر گاؤں کے نمبردار اور چوکیدار کو بطور نذرانہ کچھ دینا پڑتا تھا، جس کی شرح ترتیب ایک روپیہ سے پانچ روپیہ تک اور ۸ سے دو روپیہ تک ہوتی تھی۔ حالانکہ وہ قانونی طور جائز شادی بیاہ میں دخل دینے کے مجاز نہ تھے۔ اب ان کو مداخلت کے اختیارات

قانونی طور مل چکے ہیں۔ اس لئے زمیندار کی لڑکی اگر ۲۰ سال عمر کی بھی ہوگی تو وہ نمبردار، چوکیدار، بلکہ ذیلدار کی کامل رضامندی حاصل کرنیکے بغیر اپنی لڑکی کی شادی انجام نہیں دے سکتا۔ یہ سب کچھ برداشت کر کے بھی اکثر اوقات کسی معمولی شخص کی رنجیدگی سے ایک گمنام درخواست کی بنا پر صاحب دختر کو اپنی معصوم لڑکی اور داماد کے ہمراہ عدالت میں حاضر ہونا پڑتا ہے۔ بدقسمتی سے اگر کوئی شخص بحیثیت مُخبر عدالت میں کھڑا ہوگا تو پھر تمام متعلقین کو برسوں عدالت کی خاک چھاننا پڑے گی۔ اس طرح ایک زمیندار کیلئے لڑکی کی شادی خانہ بربادی کا باعث بن جاتی ہے۔

انسداد رشوت ستانی کا انتظام بھی مکمل نہیں۔ ایک چپراسی اگر رشوت لیتا ہے تو محض اس وجہ سے کہ اسکی تنخواہ قلیل اور ضروریات زندگی اسکو مجبور کرتے ہیں کہ وہ ناجائز ذرائع سے اپنے اخراجات پورا کرے۔ بخلاف اسکے ایک تحصیلدار اگر رشوت قبول کرتا ہے تو صرف ہوسِ زرطلبی کیلئے اپنے اختیارات کو فروخت کر کے اپنی اعلیٰ پوزیشن کی توہین کرتا ہے۔ انصاف کا تقاضا ہے کہ سزا تجویز کرتے وقت دونوں راشیوں کی نیتوں کو ملحوظ رکھا جائے۔ قانون نے دونوں کیلئے ایک ہی سزا تجویز کی ہے لیکن جب سزا دینے کی نوبت آتی ہے تو عملاً اس قانون اور انصاف کے برعکس کاروائی کی جاتی ہے۔ یعنی سزا صرف غریب چپراسی کو دی جاتی ہے۔ تحصیلدار کے ساتھ خاص طور پر نرم سلوک کیا جاتا ہے۔ اسکے علاوہ رشوت ستانی کے مقدمات میں محکمہ مال غیر معمولی طوالت دیتا

ہے۔جس سے جاہل اور سادہ لوح مدعی تنگ آ کر مقدمے کی پیروی سے دست کش ہوجاتا ہے۔ساتھ ہی فریق ثانی کو بھی اپنے بچاؤ کا کافی موقعہ مل جاتا ہے۔

تحصیل ہندوارہ کے زمینداران عام طور پر صرف تین مہینے (کارتک ۔مگھر ، پوہ) تک پیٹ بھر کر کھانا کھاتے ہیں ۔دوسری سہہ ماہی میں صرف ۶۰ فیصداور تیسری سہہ ماہی میں ۴۰ فیصد جبکہ چوتھی اور آخری سہ ماہی میں صرف پانچ فیصد لوگوں کو دو وقت کا کھانا میسر ہوتا ہے۔باقی زمیندار وڈداروں سے سود پر قرضہ لے کر بال بچوں کا پیٹ پالتے ہیں۔جب قرضہ بھی نہیں ملتا تو جنگلی میوہ جات تُوت وغیرہ پر گزارہ کرتے ہیں۔اسکے بعد میدان اور جنگل کا گھاس پھوس کھانے کی نوبت آتی ہے۔اس پر بھی وفاداری اور امن پسندی کا یہ عالم ہے کہ ان حالات میں بھی مالیہ سرکار جٹا کر ادا کرتے ہیں۔اگر انکو کوئی حادثہ بھی پیش آتا ہے تو سرکاری طور پر انکی کوئی مدد نہیں کی جاتی۔مثلاً سال ۱۹۲۹ء کے سیلاب نے زمینداران کا بڑا نقصان کیا۔محکمہ مال نے ایک سپیشل وزیر وزارات کے ذریعہ دیہہ وار فہرست ہائے نقصان باضابطہ مرتب کرائے اور ستم رسیدہ زمینداران کو یقین دہانی کرائی گئی کہ سیلاب کی زد میں آنے والے رقبہ جات کا مالیہ معاف کیا جائیگا۔آج تک دو سال کا عرصہ گزر گیا،کوئی معافی انکو نہیں ملی۔

محکمہ مال میں مسلمان ملازم آٹے میں نمک کے برابر ہیں۔ زمینداران کا ان میں بھی خفیف حصہ ہے۔چنانچہ تحصیل ہذا میں پانچ چھ زمیندار

لڑکے عرصہ دراز سے بطور امیدواری کام کررہے ہیں۔کوئی انکو پوچھتا بھی نہیں ۔خصوصاً موضع ہندوارہ صدر مقام تحصیل کے معزز نمبر دار کا لڑکا عبداللہ بانڈے ایک اچھا تعلیمیافتہ نوجوان ہے۔موجودہ محرران تحصیل سے لیاقت اور محررانہ قابلیت میں ممتاز ہے اور وہ عارضی سلسلوں میں اپنی قابلیت دکھا چکا ہے مگر اسکو ملازمت نہیں دی جاتی ہے۔

اگر کوئی تعلیم یافتہ مسلمان سرکاری ملازمت کی خواہش کرتا ہے تو عرصہ تک اسکو مختلف محکمہ جات کی خاک چھاننا پڑتی ہے۔خوش قسمتی سے اگر اسکو کہیں جگہ مل بھی جاتی ہے۔تو وہ بھی کسی خاص سفارش یا کسی مسلمان افسر کی مہربانی یا رشوت دینے سے۔ملازم ہو کر اسکو کبھی ترقی نہیں دی جاتی۔اگر وہ کوشش کرے تو سینیارٹی اور جونیارٹی کا سوال پیدا کیا جاتا ہے۔اگر مسلمان سینئر ہوگا تو لیاقت وتجربہ کا مسئلہ پیش ہوتا ہے۔لیاقت کی سرٹفکیٹ دینا افسر نگران کے دائرہ کار میں ہے۔مگر ایک غیر مسلم افسر کبھی کسی مسلمان کی اعلیٰ قابلیت کا قائل نہیں ہوسکتا۔ اس طرح ایک مسلمان کو دوران ملازمت ترقی سے محروم رکھا جاتا ہے۔ساتھ ہی مسلمان ملازم کے موقوف ہو جانے کی ہر وقت کوشش کی جاتی ہے۔پس مسلمان ملازم اپنی بے بسی و بے کسی سے مجبور ہو کر اپنے افسران کو رشوتیں دیتا ہے۔یا اپنے مذہب اور اپنے ضمیر کے خلاف کرتوتوں سے اپنے غیر مسلم افسر کو خوش رکھ کر ایام زندگی بسر کرتا ہے۔بعض غیر مسلم افسران اپنے کسی مسلمان ماتحت سے اپنے حق میں مفید پروپیگنڈا کرا کر مسلمانوں کو خوب لوٹتے ہیں۔اگر اسکی مسلم

کُشی کے خلاف کوئی مسلمان آواز اٹھاتا ہے تو اس وقت وہ اپنے ماتحت مسلمان سے سِپر کا کام لیتا ہے۔اب اگر کوئی مسلمان اپنی قوم کا ہمدرد ہوگا اس پر بناوٹی اور فرضی مقدمات چلا کر اسکو کچھ ہی عرصہ میں نکال باہر کرتے ہیں۔ چنانچہ اس قسم کی بین مثالیں میں اپنی سرگزشت میں پیش کرونگا۔

۱۹۶۵ بکرمی میں چودھری خوشی محمد صاحب سیٹلمنٹ آفیسر نے مجھ کو چھ روپے کا پٹواری بنادیا تھا۔آج ۲۳ سال گزرنے کے بعد بارہ روپیہ کا پٹواری ہوں۔گویا میں نے بحالت مجموعی ۴ آنہ سالانہ ترقی پائی ہے۔ ۱۹۲۵ء میں میرے ساتھ جو لوگ بحیثیت پٹواری کام کرتے تھے ان میں سے بطور نمونہ چند اشخاص کے نام پیش کروں گا جو ابھی تک زندہ ہیں:

(۱) پنڈت ویشنہ بٹ (۲) پنڈت گویند بٹ (۳) پنڈت آنندرام
(۴) پنڈت دیناناتھ (۵) پنڈت مکُند رام (۶) پنڈت گواشہ کول

ان میں سے نمبر۱ آجکل وزارات بارہمولہ کا صدر محاسب ۳۰ روپے موہوار پر اور نمبر۲ لغایت ۴ وادی کشمیر میں ۲۵ روپے ماہوار تک تنخواہ پانے والے گرداور اور قانگویان ہیں۔نمبر۵، ۲ نائب تحصیلداران ہیں، اہل کاران مذکورہ کی عملی لیاقت کسی بھی صورت میں مجھ سے زیادہ نہیں ہے۔ بلکہ بلحاظ کارکردگی۔تجربہ ومحرارانہ قابلیت کے میں اِن سے بدرجہا بہتر ہوں۔میں نے بھی ترقی کے لئے ہر وقت کوشش کی تھی مگر ایک گرداور اور قانونگو سے سیٹلمینٹ آفیسر تک سب غیر مسلم تھے اس لئے مجھے کبھی ترقی نصیب نہ ہوئی۔

۱۹۷۵ء بکرمی میں جنگ یورپ کے پیش نظر کشمیر میں رنگروٹ بھرتی کرنے کا سوال پیش ہوا۔ مگر کشمیر کے مسلمانوں نے کسی خاص وجہ پر بھرتی ہونے سے انکار کیا۔ پنڈت انت رام صاحب بی۔اے اسسٹنٹ سیٹلمنٹ آفیسر کشمیر (موجودہ کمشنر صاحب بہادر جموں و کشمیر) نے مجھ سے کہا کہ اگر تم کشمیری زبان میں کوئی ایسی نظم لکھو گے جس سے یہ رکاوٹ دور ہو جائے تو ہم تم کو فوراً ترقی دیں گے۔ میں نے کشمیری زبان میں ایک دلاویز نظم دیہاتی لے پر زمیندار نقطہ نگاہ سے تیار کر کے پیش کی۔ اس کی اشاعت کیلئے مجھے دیہات میں گھومنے پھرنے کا حکم ہوا مگر پنڈت صاحب نے فرمایا کہ سرکاری طور پر جانے سے ایک تو تمہاری نظم مقبول نہیں ہوگی اور تم ڈیوٹی پر موجود تصور نہ ہوں گے۔ تمہاری کارگزاری کا تمہیں کوئی صلہ نہیں ملے گا۔ پس میں ایک ماہ کی بلا تنخواہ رخصت لیکر پرائیوٹ طور پر دیہات میں پھرتا رہا اور نظم سنا کر زمینداروں میں بھرتی ہونے کا شوق پیدا کرتا رہا۔ اس نظم میں گزشتہ حکومتوں کے تظلمات انگریزی راج اور ڈوگرہ حکومت کے برکات بیان کر کے جنگ میں بہادری دکھانے کے فوائد بیان کئے گئے تھے۔ تھوڑے عرصہ میں وہ نظم کشمیر کے زمینداروں میں عام ہوگئی اور بچہ بچہ کے زبان زد ہوئی۔ پنڈت نرنجن لعل صاحب فارسٹ اسسٹنٹ سیٹلمنٹ آفیسر (موجودہ وزیر وزارت لداخ) نے اس نظم کا انگریزی ترجمہ مسٹر اے۔ ایم سٹو صاحب کمشنر بندوبست بہادر کو پیش کیا اور وہ بہت خوش ہوئے۔ آخر کشمیری مسلمان ہزاروں کی تعداد میں بھرتی

ہوئے۔رخصت گزار کر جب میں اپنی ڈیوٹی پر حاضر ہوا۔تو میں نے ترقی کے لئے درخواست دی۔ جواب ملا کہ تم اپنے ساتھ رنگروٹوں کی کوئی جماعت بھرتی کیلئے نہیں لائے ،اس بات کا کیا ثبوت ہے؟ اسلئے تم چند آدمیوں کو پیش کرو جو یہ کہیں کہ وہ آپ کی نظم سن کر بھرتی کے لئے آمادہ ہوئے ہیں۔ چنانچہ میں نے تین آدمی پنڈت صاحب کے حضور میں پیش کئے ۔ اس سلسلے میں کرپارام صاحب تحصیلدار بندوبست تحصیل خاص، خواجہ سلام شاہ صاحب کے عطا کئے گئے اسناد میرے پاس اس وقت بھی موجود ہیں۔مگر افسوس ہے کہ مجھے کسی نے مستقل پٹواری بھی نہیں بنایا۔ترقی سے مایوس ہو کر اب میں صرف مستقل پٹواری ہونے کی کوشش میں مصروف تھا۔مگر عرصہ دراز تک میری یہ آرزو بھی پوری نہ ہوئی۔آخر جب ۱۹۸۰ بکرمی میں آغا سید حسن صاحب سیٹلمنٹ آفیسر مقرر ہوئے تو میں نے انکے پاس جا کر اپنی حق تلفی کا رونا رویا۔صاحب ممدوح نے مجھے درخواست دینے کا حکم دیا۔تاہم انہوں نے مجھ سے رشوت کا تقاضا کیا، جس کے نتیجہ میں میری ناکامی کے مجھے اور کچھ نہ ملا۔انہی ایام میں معلوم ہوا کہ شیخ عبدالقیوم صاحب بی۔اے۔ایل،ایل،بی (موجودہ جج ہائی کورٹ کشمیر) خارجہ سیکرٹری مقرر ہوئے۔میں انکے بنگلہ پر حاضر ہوا اور اپنی تصنیف کردہ ایک اردو کتاب کی اپنی محررانہ قابلیت کے ثبوت میں پیش کر کے اور اپنی حالت زار عرض کر کے ان سے امداد کا طالب ہوا۔شیخ صاحب میری حق تلفی سے متاسف و متاثر ہو کر بہ نفس نفیس گاڑی میں آغا صاحب کے پاس دو دفعہ تشریف لے

گئے۔آغا صاحب نے مجھے خاص طور پر اپنی جگہ فرمایا کہ میں تمہاری قابلیت کا معترف ہوں ۔مگر میں غیر مسلموں کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنا ہوا ہوں۔اگر تمہیں ترقی دونگا تو یہ مجھے اذیت پہنچا ئیں گے اور تمکو بھی خراب کریں گے۔ البتہ اگر تم مستقل پٹواری ہونا چاہتے ہو،تو میں تمکو درجہ سیوم کا پٹواری بنادونگا۔ اسوقت میری تنخواہ الاونس کے ساتھ کُل ۲۳ روپے تھی ۔آغا صاحب نے مجھے اصل میں بغیر الاؤنس کے ۱۲ روپیہ کا پٹواری بنادیا۔اس طرح مجھے ۱۵ سال کے بعد مستقل پٹواری کا عہدہ مل گیا۔آغا صاحب نے اپنے فیصلہ میں میری دیرینہ سروس اور میری علمی قابلیت ولیاقت کا پرزور اعتراف کیا۔تا کہ غیر مسلم حضرات انکواس خاص مسلم نوازی اور قوم پروری کے لئے کوئی تکلیف نہ پہنچائے۔چنانچہ اس فیصلہ کی کاپی میرے پاس موجود ہے۔

محکمہ مال میں آ کر تحصیل سری پرتاب سنگھ پورہ میں۔میں نے خاموش زندگی گزارنا شروع کی۔آیندہ ترقی سے مایوس ہوکر میں نے اپنا پرائیوٹ وقت شعروشاعری اور تصنیف وتالیف میں لگادیا۔تاریخ تصوف،اخلاق،غزلیات کے مضمونوں پر کشمیری اور اُردو زبانوں میں چھوٹے چھوٹے رسالہ جات تیار کر کے شائع کراتا رہا۔اس شغل سے میری مالی کمزوریاں بھی کسی حدتک دور ہوا کرتی تھیں۔سال ۱۹۸۵ ھ بکرمی میں میں نے اردو میں اپنی تصنیف کی ہوئی ایک چھوٹی سی تاریخی کتاب اپنے مقامی افسر پنڈت روگھناتھ مٹو صاحب تحصیلدار کو پیش کی۔اس کتاب کے دیباچہ میں میں نے ضمناً کشمیری مسلمانوں

کی گزشتہ برتری اور موجودہ پستی کا مختصر الفاظ میں ذکر کیا تھا۔ پنڈت صاحب نے دیباچہ کو بغور پڑھا اور خاص انداز سے دیکھا۔ اس واقع کے چند ہی دنوں بعد میرے حلقہ کے چند زمینداروں کو خاص طور سے تحصیل پر طلب کیا گیا۔ انکی واپسی پر مجھے معلوم ہوا کہ میرے خلاف تحصیل میں ایک گمنام درخواست پہنچی ہے جس میں شکایت کی گئی تھی کہ مذکورہ پٹواری زمینداروں پر ظلم کرتا ہے، وغیرہ وغیرہ مگر زمینداران نے درخواست دینے سے انکار کیا اور مضمون درخواست کی پرزور تردید کی۔

انہی دنوں میں کشمیریوں کو تباہ کن سیلاب کا سامنا کرنا پڑا۔ دریائے جہلم کی طغیانی نے متصلہ دیہات میں کافی نقصان کیا۔ پنڈت بلہ کاک صاحب سپیشل وزیروزارت نے مجھے خاص طور پر سرینگر بلوایا۔ حالانکہ میرا حلقہ پٹوا دریائے جہلم کے کنارے سے ۲۱ میل دور تھا۔ مجھے حکم دیا گیا کہ سرینگر سے پانپورتک ۱۵ میل ستھو کی پیمایش دو یوم کے اندر بشرع ذیل نقشہ بنا کر پیش کرو۔ جدید ستھو اور سابقہ ستھو کا طول۔ ہر ایک جریب کے بعد دونوں ستھوں کا جدا جدا عرض اور بلندی۔ وہ مقامات جہاں سیلاب نے سابقہ ستھو کو کاٹا ہے۔ تھوڑے فیصلہ پر دریا کی سطح۔ سیلاب کا پانی بہاو کا معمول کا پانی اور موجودہ پانی۔ سیلاب کے پانی سے جدید ستھو کی بلندی۔ اس کام کے لئے مجھے کوئی سرکاری امداد انہیں ملی۔ تحریری حکم ملا کہ اگر دو یوم کے اندر یہ کام ختم کر کے نہ دو گے تو بلا جواب طلبی کے معطل کئے جاؤ گے۔ چنانچہ وہ اصل حکم میرے پاس موجود ہے۔

بہر حال میں نے اپنی جان خطرے میں ڈالکر وقت پر حسب ہدایت نقشہ مکمل کر کے دیدیا۔ اور بعد اسکے دس کا پیاں رنگ بستہ مجھے دستی بنانی پڑیں۔ اس واقع کے دو تین ماہ بعد اچانک تحصیل سے ایک حکم میرے پاس پہنچا کہ فوراً اپنا چارج دوسرے پٹواری کو دیکر سٹیلمنٹ آفیسر صاحب بہادر ضلع مظفر آباد کے پاس حاضر ہو جاؤ۔ جب میں چارج دیکر تحصیل میں پہنچا اور میں نے تحصیل دار صاحب سے وجہ تبدیلی دریافت کی تو انہوں نے افسوس کرتے ہوئے حیرانی اور لاعلمی کا اظہار کیا۔ یہاں پر یہ عرض کرنا غیر موزوں نہ ہوگا کہ بوجہ غیر پینشنل پوسٹ ہونے کے وادی کشمیر کے پٹواریان قانونی طور فرانیٹر یا پہاڑ تبدیل نہیں کیئے جاسکتے ہیں۔ صرف کسی سخت جرم کی پاداش میں بطور سزا وادی میں بھی پٹواریوں کی تبدیلی کا کوئی قاعدہ مقرر نہیں ہے۔ اگر کوئی پٹواری تبدیل بھی کیا جاتا تو کسی خاص مصلحت کے تحت۔ ورنہ اسوقت بھی دس پندرہ سال سے بعض پٹواریان ایک ہی جگہ مقیم ہیں۔ کوئی انکو تبدیل نہیں کرتا۔ آخر میں نے گورنر صاحب بہادر کے اجلاس میں درخواست دی کہ مجھے اس حکم کی نقل عنایت فرمائی جائے جس کی رو سے مجھے تبدیل کیا جاتا ہے۔ وہاں جواب ملا کہ یہ کانفڈنشل معاملہ ہے۔ اسکی نقل نہیں مل سکتی ہے۔ چونکہ بعض خاص مجبوریوں کی وجہ سے پہاڑ جانیکے قابل نہ تھا۔ اسلئے میں نے کوشش شروع کی کہ کسی طرح میری تبدیلی ملتوی ہو جائے۔ معلوم ہوا کہ امیرا کدل کا رہنے والا ایک ٹیلر ماسٹر بدرالدین پنڈت رام چند صاحب دوبے گورنر کشمیر کا درزی اور خاص معتبر اور دلال ہے۔

میں نے بدرالدین کو اپنی مجبوری سے آگاہ کیا۔ کافی بحث ومباحثہ کے بعد ایک سودس روپیہ پر فیصلہ ہوا۔ چنانچہ میں نے بذریعہ خواجہ رحمان جو آخون ٹیلر ماسٹر کوٹھی باغ بدررالدین درزی کو ایک سو روپیہ گورنر صاحب بہادر کے لئے اور دس روپیہ انکے ریڈر پنڈت آنندل کول صاحب کیلئے دیئے اور اسکے ساتھ ایک درخواست بدین مضمون لکھ کر ''سردست میرا تبادلہ پہاڑ ملتوی فرمایا جاوے اور جس شکایت پر میری تبدیلی ہوئی ہے اسکی باضابطہ تحقیقات کے بعد شرطِ ثبوت میں ہر ایک سنگین سزا برداشت کرنے کیلئے تیار ہوں'' بدرالدین کے ہمراہ میں بھی گورنر صاحب بہادر کے بنگلہ پر گیا اور بدرالدین دھیر تک انکے ساتھ تنہائی میں باتیں کرتا رہا۔ بعد میں مجھے بدرالدین نے اطمینان دلایا کہ دو یوم تک تمہارا کام حسب مدعا ہو جائیگا۔ اس دوران میرا جائننگ ٹائم ختم ہوا اور مجھے مجبوراً سیٹلمنٹ آفیسر صاحب بہادر ضلع مظفرآباد کے پاس حاضر ہونا پڑا۔ صاحب موصوف نے مجھے تحصیل کرناہ میں تعینات فرمایا اور میں بعد حاضری چند ایام کی رخصت حاصل کر کے سرینگر آیا اور گورنر صاحب بہادر اور بدرالدین درزی کے پیچھے لگ گیا۔ ایک دن مجھے خود گورنر صاحب بہادر کے روبرو پرائیوٹ طور پر جانیکا موقع ملا۔ انہوں نے فرمایا کہ ''تم ایک مصنف، شاعر اور مسلم قوم کے ریفا مر ہو۔ تمہیں نوکری کرنے کی کیا ضرورت ہے میں نے پنڈت رگھوناتھ مٹو تحصیلدار کے پاس تمہاری ایک کتاب دیکھی ہے''۔ بعد میں میری عجز وزاری پر فرمایا کہ ''تمہارے معاملہ پر غور کر رہا ہوں، تم کو جلدی وادی میں واپس

لاونگا‘‘۔اسی دوران خلاف توقع اوراچانک پنڈت رام چندرصاحب موصوف ریٹایر ہوگئے۔میں نے بدرالدین سے کہا کہ چونکہ گورنرصاحب میرا کام ادھورا چھوڑکر چلے گئے۔اس لئے میری دی ہوئی رقم مجھے لوٹادو۔اسنے کہا کہ’’گورنر صاحب نے کاغذات میں نوٹ لکھا ہے کہ عنقریب وادی میں واپس تبدیل کرینگے‘‘جواب تسلی بخش نہ تھا۔اسلئے میں نے رائے زادہ دلارام صاحب تحصیلدار شہرخاص کوتمام ماجرا سنایا۔وہ مجھے بخوشی گوکل چند صاحب سکریٹری گورنرصاحب بہادر کے پاس لے گئے۔دونوں صاحبان نے بذریعہ لعل خان چپراسی بدرالدین کواپنے سامنے بلایااور اسکوکہا کہ اسکواپنی رقم واپس دلاؤ۔ کیونکہ اسکا کام نہیں ہوا ہے۔مگر بدرالدین بدستور پس وپیش کرتا رہا۔پھررائے زادہ دلارام صاحب نے کچھ دن کے بعد یہ واقع پنڈت دینا ناتھ صاحب وزیر بارہمولہ کوسنایا۔انہوں نے بھی بدرالدین سے دریافت کیا۔مگروہ رقم لینے سے انکاری ہوا۔وزیرصاحب نے مجھ سے شہادت طلب کی۔اس پر میں نے خواجہ رحمان جوٹیلر ماسٹرکوپیش کیا۔اسوقت وزیرصاحب دیوان امرناتھ صاحب کے مکان میں ٹھہرے ہوئے تھے۔وزیرصاحب نے شام کے وقت بدرالدین درزی کوبلایااور بالمشافع گفتگوہوئی۔بدرالدین کوآخررقم لینے کااعتراف کرناپڑا اورکہا کہ’’رقم توگورنرصاحب کھاگئے ہیں اب میں اپنی گرہ سے دے دوں گا‘‘۔

اس سے چند یوم پیشتر قادر جو چودہری بازار امیرا کدل نے ایک سادہ درخواست کرنیل جنک سنگھ صاحب مشیرمال کوبذریعہ ڈاک بھیجدی تھی کہ ایک

غریب پٹواری سے گورنر صاحب بہادر نے اس قدر رقم بطور رشوت لی ہے۔ تحقیقات فرمائی جائے۔مگر مشیر مال صاحب نے اس درخواست کو ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا۔اس دوران میں پنڈت دینا ناتھ صاحب وزیر وزارت بارہمولہ اُن کا غذات کی خفیہ طور تحقیقات کر رہے تھے۔جن کی رُو سے قبل از وقت مجھے پہاڑ تبدیل کیا گیا۔جب میں پہلی دفعہ وزیر صاحب موصوف سے ملا اور اُن کو اپنا حال سنایا تو انہوں نے کہا کہ میں آجکل قصبہ سوپور کی تعمیر میں مصروف ہوں۔مسلمانان سوپور نے میرے خلاف حکام کے پاس شکایتیں کی ہیں اور مسلم اخبارات میں میرے برخلاف مضامین شائع ہوتے ہیں اور میری بدنامی دور دور تک پہنچی ہے۔مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم ایک مصنف اور فن تحریر میں قابلیت رکھتے ہو۔ چنانچہ میں نے تمہاری ایک کتاب پنڈت روگنا تھ مٹو صاحب کے پاس دیکھی ہے جس میں اپنی قوم کو راہ راست پر لانیکی کوشش کرتے ہو۔اگر تم اپنے زور قلم سے اخبارات میں مضامین لکھ کر میرے حق میں مفید پروپیگنڈا کراؤ گے تو میں تمہاری مدد کرونگا۔اسکے بعد وزیر صاحب نے مجھے چند واقعات واعداد کو نوٹ کروایا اور میں نے اس پر ایک مضمون کی دو کاپیاں مختلف الفاظ وعبارت اور جداگانہ انداز بیان میں تحریر کیں۔ ہر دو مضامین کو اخبارِ کشمیری لاہور نے ۲۱/ ۲۸ جون ۱۹۲۹ء کے شمارے میں اخبار عام لاہور نے ۲۹ جون ۱۹۲۹ء کے شمارے میں شائع کیا۔دونوں شائع شدہ مضامین میرے پاس موجود ہیں۔کچھ عرصہ کے بعد ملک راج صاحب صراف

بی۔اے ایڈیٹر اخبار ''رنبیر'' کشمیر آئے ۔وزیر صاحب نے انکے ساتھ میرا تعارف کرایا۔ وزیر صاحب نے سرکاری ریکارڈ سے اعداد شمار دیگر اور حالت و واقعات نوٹ کرا کر تعمیر قصبہ سوپور پر ایک مضمون لکھنے کا حکم دیا۔ میں نے ایک لمبا مضمون لکھ کر ''اومکار برادرز'' بازار امیر کدل کی دکان پر یہ مضمون ایڈیٹر صاحب ''اخبار رنبیر'' کو دیا۔ جو ۱۳ اسوج ۱۹۸۶ بہ کے اخبار رنبیر میں شائع ہوا۔ جسکی چھاپ شدہ کاپی میرے پاس موجود ہے۔ ایڈیٹر صاحب نے مضمون سوپور سے خوش ہو کر اخبار 'رنبیر' میرے نام پر مفت جاری کر دیا۔ جو کہ اخیر تک جاری رہا۔ اس سلسلہ میں جس قدر مضامین مجھ سے لکھوا کر شائع کرائے گئے۔ ان میں پنڈت دینا ناتھ صاحب وزیر بارہمولہ کی بے انتہا تعریفیں اور مسلمانوں کی مذمت درج ہے ۔اس مرحلہ پر پہنچ کر میرا دماغ اس نتیجہ پر پہنچا کہ جس کتاب کے دیباچہ میں میں نے کشمیری مسلمانوں کی زبوحالی کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ سب سختیاں مجھے اس مضمون کے عوض برداشت کرنا پڑتی ہیں۔ اس سے پہلے میں عرض کر چکا ہوں کہ میں ضلع مظفر آباد سے چند یوم کی رخصت لیکر آیا تھا۔ یہاں پہنچ کر مجھے اپنی رخصت میں توسیع کرنا پڑی۔ مجھے افسران ہر وقت یہ کہتے تھے کہ چند یوم کے اندر تمہارا فیصلہ ہو جائیگا۔ اس لئے میں نے دو ہفتہ یا ایک ماہ سے زیادہ عرصہ کیلئے کبھی درخواست نہیں بھیجی۔ گو میری رخصت بلا تنخواہ ہوا کرتی تھی مگر سیٹلمنٹ آفیسر صاحب کا خاص حکم تھا کہ ہر ایک درخواست کے ساتھ ایک ایک ڈاکٹری سرٹفکیٹ لایا کرو۔ ورنہ ملازمت سے موقوف کئے جاؤ گے۔

مجبوراً آٹھ ماہ کے عرصہ میں پنڈت نیلہ کنٹھ صاحب انچارج صدر ہسپتال سرینگر سے بے شمار سرٹیفکیٹیں فیس ادا کرنے پر دس روپیہ فی سرٹفکیٹ حاصل کرنا پڑیں ۔ خدا خدا کر کے پنڈت دینا ناتھ صاحب نے میرے کاغذات اپنی رپورٹ کے ساتھ گورنر صاحب کے پاس بھیج دئے۔ کچھ عرصہ کی خاموشی کے بعد رائے زادہ ترلوک چند صاحب گورنر کشمیر نے ان کاغذات پر آخری فیصلہ صادر فرمایا۔ فیصلہ کے آخری الفاظ یہ ہیں ''وزیر صاحب کی رپورٹ مکمل ہے جو کہ پٹواری کو تمام الزامات سے بری کر دیتی ہے۔ میں انکی تحقیقات کے ساتھ متفق ہوں ۔ چونکہ پٹواری کے خلاف کوئی معقول شکایت ثابت نہیں ہے۔ اسواسطے اسکو وادی میں دوبارہ تبدیل کرتا ہوں''

یہ فیصلہ تو گورنر صاحب نے ظاہری طور پر صادر فرمایا جسکا عملدرآمد بھی جلدی ہوا۔ مگر مخفی طور پر صاحب موصوف نے حکم جاری فرمایا جسکا نتیجہ دوسال کے بعد سامنے آیا۔ بہرحال کامل ۸ ماہ کی پریشانی کے بعد میری تبدیلی تحصیل ہنداوارہ میں ہوئی۔ مگر میرے دل میں اس بات کا سخت افسوس رہا کہ آیا میرے برخلاف کیا شکایت تھی اور کس جرم کی پاداش میں میرے ساتھ اسقدر سختی کا سلوک ہوا۔ اسلئے ہنداوارہ جانے سے پہلے میں نے اصل مثل دیکھنے کی کوشش کی ۔ آخر گورنر صاحب کے کانفڈنشل کلرک کو دس روپیہ نقد اور ایک لوئی دیکر اس بات پر راضی کیا کہ وہ پرائیوٹ طور پر ایک دو گھنٹہ کے لئے مثل دکھائے ۔ پس میں نے مثل کو دیکھا۔ اور ضروری باتوں کی نقل تیار کر لی۔

مثل میں مندرجہ واقعات درج ہیں ۔کہ کسی ''محبوب شاہ'' نامی شخص نے انسپکٹر جزل پولیس کو ایک سادہ درخواست بدیں مضمون بھیج دی ہے کہ یہ پٹواری ''راقم'' پہلے منشی غلام محمد کے نام سے انت ناگ میں پٹواری تھا۔کس جرم میں موقوف یا سزایاب ہوا۔پھر غلام احمد نام رکھ کر دوبارہ نوکری حاصل کی۔ یہ پٹواری پنجاب کے لیڈران کے ساتھ خط وکتابت کرتا ہے اور کشمیر میں گاندھی تحریک پھیلاتا ہے۔اس درخواست کے ساتھ کاغذ کا ایک ورق بھی شامل ہے۔ جس پر حسب ذیل عبارت درج ہے:

''مورخہ ۶ مئی ۱۹۲۸ء: جناب قبلہ گاہ صاحب ، جناب حاجی لارڈ فاروق دو تین دن سے سرینگر آیا ہوا ہے۔لہٰذا آپکو اطلاع رہے۔کیونکہ سنا گیا ان کو جلدی واپس جانا ہے،محمد امین''

اس پر محکمہ پولیس کو کانفڈنشل طور پر تحقیقات کرنے کا حکم ملا۔۲ کتک ۱۹۸۸ بہ حسب ذیل رپورٹ پیش ہوئی کہ:

۱) یہ پٹواری اخباراتِ ذیل کشمیری لاہور،اخبار کشمیر امرتسر،اخبار عام لاہور،رسالہ قوس قزح منگواتا ہے۔بعض اوقات زمینداران کو بھی مضمون اخبارات سناتا ہے۔

۲) یہ پٹواری اچھا تعلیم یافتہ اُردو فارسی کا ہے۔انگریزی خواندہ نہیں ہے ۔شاعر بھی ہے۔رعایا کے ساتھ اسکے تعلقات بہت اچھے ہیں۔ جنٹلمین ہے۔دیگر پٹواریوں کی طرح نکمّا نہیں ہے۔

۳) اس پٹواری کا لڑکا سرینگر میں تعلیم پا رہا ہے جس نے اسکو لکھا تھا کہ کوئی یورپین صاحب آیا ہے۔ فوراً سرینگر آ جاؤ۔

۴) سنا گیا ہے کہ یہ پٹواری اخبارات میں مضمون شائع کرواتا ہے۔

۵) سنا گیا ہے کہ اس پٹواری کو محمد الدین فوق ایڈیٹر اخبار کشمیری لاہور کے ساتھ خط و کتابت ہے۔

سب انسپکٹر پولیس کی اس ذاتی رائے کے ساتھ جملہ افسران پولیس اور سی آئی ڈی نے اتفاق کیا اور کاغذات انسپکٹر جنرل صاحب بہادر کو پیش کئے گئے۔ تمام کاروائی ایک کانسٹبل سے لیکر انسپکٹر جنرل تک غیر مسلموں کے ہاتھ سے ہوئی۔ کسی ایک الزام کے تائید میں کوئی ثبوت بہم نہیں پہچایا گیا اور نا ہی محبوب شاہ اصلی درخواست دہندہ کی شخصیت کا کوئی سوال پیدا ہوا۔ انسپکٹر جنرل صاحب نے مجھے حکومت کشمیر کے لئے ایک خطرناک ہستی تصور کرتے ہوئے ایک ڈی۔ او کے ذریعہ مشیر مال صاحب بہادر کے جذبات اس قدر بڑھکائے کہ انہوں نے قبل از تحقیقات میرے کشمیر سے نکال دیئے جانے کے واسطے گورنر صاحب بہادر کو ایک ضروری حکم بھیجا۔ آخر جب وزیر وزارت صاحب بارہمولہ نے کانفنڈنشل تحقیقات کی تو انہوں نے بھی معنی خیز وجہ کے باعث ابتدائی درخواست دہندہ محبوب شاہ کی شخصیت پر روشنی نہیں ڈالی۔ حالانکہ اس نام کا کوئی شخص اس حلقہ میں موجود نہیں تھا جب کاغذات وزیر صاحب نے گورنر صاحب بہادر کے پاس بھیج دئے تو صاحب موصوف نے انسپکٹر جنرل

صاحب بہادر سے دریافت کیا کہ آیا الزامات پٹواری پر عاید نہیں ہوگئے۔ اسکے علاوہ کوئی ریکارڈ اس کے جرم کے ثبوت میں اگر آپکے پاس موجود ہے تو اس سے مطلع فرماویں۔ انسپکٹر جنرل صاحب بہادر جواباً مورخہ ۶ ستمبر ۱۹۲۹ء زیر نمبر ۵۸۲/ ۱۳۸ تحریر فرماتے ہیں کہ اس سے زیادہ اس پٹواری کا جرم کیا ہوسکتا ہے کہ اسکو محمد الدین فوق ایڈیٹر اخبار کشمیری لاہور کے ساتھ خط و کتابت ہے ۔ باوجود یہ کہ مثل میں اس خط و کتابت کا کوئی ثبوت موجود نہیں ہے۔

اب میں قریباً دو سال سے تحصیل ہندوارہ میں کام کر رہا ہوں۔ گزشتہ آٹھ ماہ کی بیکاری کا قرضہ تقریباً تین سو روپیہ میرے ذمہ واجبُ الادا ہے۔ سب سے بڑا صدمہ مجھے یہ پہنچا کہ ۱۹۸۶ بکرمی میں میرا لڑکا مڈل میں پڑھتا تھا۔ میری پریشانی اور مالی کمزوری نے اسکو تعلیم سے باز رکھا۔

سال گذشتہ میں میں نے ایک درخواست بغرض اندراج نام بزم مرہا امیدواران عرایض نویسی و عطائی اجازت شمولیت امتحان بہ پابندی قواعد و بوساطت محکمہ مال گذارش کی تھی۔ تحصیل اور وزارت کی پُر زور سفارش کے ساتھ جب کاغذات گورنر صاحب بہادر کو پیش ہوئے تو انہوں نے کاغذات بدیں حکم واپس فرمائے کہ محکمانہ سفارش نہیں کی جاسکتی ہے۔ سائل براہ راست محکمہ متعلقہ میں درخواست پیش کرے۔

سال رواں کے آغاز بہار میں سری مہاراجہ صاحب بہادر کی ولایت سے بخیر و آفیت تشریف آوری پر سرینگر میں ٹی پارٹی دینے کی تیاریاں ہوئیں

۔ پہلے تمام کشمیریوں کی مشترکہ ٹی پارٹی کمیٹی کے پریذیڈنٹ پنڈت بلہ کاک دھرصاحب وزیر وزارت بارہمولہ نامزد ہوئے ۔ بعد میں مسلمانوں کی ینگ پارٹی نے پنڈت صاحب کی صدارت سے انکار کر کے اپنا علیحدہ انتظام کرنا شروع کیا۔سری سرکار روالا مدار جو کہ فرقہ دارانہ کاروائیوں کو ناپسند فرماتے ہیں۔ انہوں نے جداگانہ ٹی پارٹیاں منظور نہ فرمائی ۔ پنڈت صاحب کو اس بات کا سخت رنج ہوا کہ مسلمانوں نے انکے رئیس اعظم کی توہین کی ۔ رفتہ رفتہ یہ رنج بڑھتا گیا۔ میں چونکہ فطرتاً ہندو مسلم اتحاد کا قائل ہوں ۔ میں نے اس تفرقہ کو تمام کشمیریوں کے لئے خطرناک تصور کر کے کشمیر کے ہندو مسلم اتحاد پر ایک کتاب بنام '' آئینہ اتحاد کشمیر'' لکھنا شروع کی ۔اس کتاب میں کشمیر کے ہندو مسلمانوں کے قومی اتحاد کی پانچ سو سالہ تاریخ پر منصفانہ تنفید و تبصرہ کے بعد اس کے مکمل وجوہات مسلمہ فوایداور موجودہ عہد کے وجوہاتِ افتراق اور اسکے دونوں پہلوں کے نتائج پر بحث کر کے کشمیریوں کو اتحاد باہمی کی پرزور تعلیم دی گئی ۔ یہ کتاب تکمیل کے قریب تھی کہ سرینگر میں ۱۳ جولائی ۱۹۳۱ء کا افسوس ناک واقع پیش آیا۔ ۱۷ جولائی کو اس کتاب کا خلاصہ مع مختصر فوائدِ اتحاد اشتہار کی صورت میں پریس میں بھیجد یا گیا اور اخبارات ذیل میں شایع ہوا۔اخبار کشمیری لاہور ۲۱ جولائی ،اخبار کشمیر امرتسر ۲۱ جولائی ،اخبار عام لاہور ۱۵ اگست ،اخبار لاہور ۲۲ اگست ۔سب سے پہلے یہ اشتہار ۲۱ جولائی کو اخبارات میں شائع ہوا۔۳ اگست کو پنڈت بلہ کاک صاحب بہادر وزیر وزارت باہمولہ نے مجھے معطل کر دیا۔

اور چارج دیگر مجھے وزارت کے ہیڈ آفس میں بمقام بارہمولہ حاضر ہو جانے کا حکم ہوا۔ اس تاریخ تک شمالی کشمیر کے قصبہ جات بارہمولہ پر، ہندواڑہ یا دیگر دیہات میں سرینگر کی ایجی ٹیٹشن کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ نہ ان مقامات میں کبھی ہڑتال ہوئی تھی اور نہ سرینگر کا کوئی ایجی ٹیٹر یہاں آیا تھا۔ بعد میں نہ ہی اس طرف کا کوئی آدمی سرینگر جانے کی جرات کرتا تھا۔ آخر جب میں بارہمولہ پہنچا تو مجھے آٹھ یوم تک حاضر وزارت رہنا پڑا۔ مجھ سے کوئی جواب طلب نہیں کیا گیا۔ میں نے کئی درخواستیں دیں کہ میں یہاں پریشان ہوں۔ مجھے بتانا چاہیے کہ مجھے کس جرم کی پاداش میں معطل کیا گیا۔ مگر درخواستوں پر صرف یہ حکم دیا جاتا تھا کہ سائل حاضر رہے۔ اسی اثنا میں مجھے معلوم ہوا کہ میرے خلاف جو شکایت ہوئی اس میں مرزا غلام قادر بیگ انسپکٹر زمیندار بینک ہندوارہ اور ماسٹر غلام نبی ہیڈ ماسٹر سکول ہندوارہ کا تذکرہ بھی ہے اور عنقریب وہ بھی زیر عتاب آنے والے ہیں۔ بعض پنڈت اہلکاران نے مجھ سے کہا کہ وزیر صاحب کا خیال ہے کہ پٹواری بے قصور معلوم ہوتا ہے اسکو بحال کر دینگے۔ بشرطیکہ وہ مرزا غلام قادر اور سکول ماسٹر کے خلاف گواہی دے۔ میں نے جھوٹی گواہی دینے سے انکار کیا۔ آٹھ یوم کے بعد میری درخواست پر مجھے وزیر صاحب نے بلایا، ان کے کلام سے بھی اشارتاً و کنایتہً اوپر کا خیال مترشح ہوا۔ میرے انکار پر مجھے ہندوارہ جا کر تحصیلدار صاحب کے پاس جواب دینے کا حکم ہوا۔ چونکہ مجھے مکمل آٹھ یوم بارہمولہ ٹھہرنے کا موقعہ ملا۔ مسلمانوں کے تعلیم یافتہ طبقہ نے کتاب

’’آئینہ اتحاد کشمیر‘‘ کے اشتہار مطبوعہ کوملحوظ رکھتے ہوئے میری معطّلی کی خبر کو حیرت واستعجاب سے سنا۔ میں نے محسوس کیا۔ کہ قصبہ کی تمام مسلم آبادی میں اس واقعہ سے ایک خاص قسم کی سنسنی پھیل گئی۔ بازاروں اور گھروں میں اس بات کا چرچا ہونے لگا۔ میرے بارہمولہ پہنچنے سے چند یوم پیشتر قصبہ بارہ مولہ میں زیر صدارت تحصیلدار صاحب ذیلداران وسفید پوشان ونمبرداران کا ایک جلسہ منعقد ہوا تھا۔ ان کو کہا گیا تھا کہ وہ ایک قرارداد بہ اتفاق رائے اس مضمون سے پاس کریں کہ ہم کو مسلمان نمائندہ گان سرینگر کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہ جو کچھ کر رہے ہیں اپنے ذاتی مفاد کے لئے کر رہے ہیں۔ حاضرین میں سے ایک سفید پوش مسلمان قاضی عبدالغنی شاہ ساکن دلینہ نے کھڑے ہوکر کہا کہ ہمکو سرینگر کے مسلمانوں کے جائز مطالبات سے پورا پورا اتفاق ہے۔ اس پر پولیس نے زیر دفعہ ۱۰۷ قاضی عبدالغنی کا چالان عدالت منصفی میں پیش کر دیا۔ ۱۰ر اگست کو یہ مقدمہ میری موجودگی میں بارہمولہ میں پیش ہوا۔ حاضرین گواہان استغاثہ کا انتظام وزیر صاحب نے اپنے ہاتھ میں لیا تھا۔ چنانچہ وزیر صاحب نے بعجلت غیر حاضری نمبردار موضع دلینہ کو اسی دن معطل کیا اور ایک ذیلدار کے خلاف روبکار کیا۔ ان واقعات نے تمام مسلمانان قصبہ ودیہات میں غم وغصہ کی ایک لہر دوڑا دی۔

۱۳ر اگست کو میں بارہمولہ سے روانہ ہندوارہ ہوا تو قصبہ بارہمولہ کی مسلم آبادی کو ’’کشمیر ڈے‘‘ منانے پر تیار کیا حالانکہ سرینگر کی گزشتہ مسلسل

ہڑتالوں پر قصبہ بارہولہ نے ایک دن بھی ہڑتال نہیں کی تھی۔آج وہ مکمل ہڑتال پر تیار تھے۔ جب میں بارہمولہ سے سوپور آیا تو وہاں بھی اس بات کا چرچا تھا۔ شام کو میں ہندوارہ پہنچا تو یہ دیکھ کر مجھے حیرانی ہوئی کہ مسلمانان ہندوارہ کو میرے ساتھ غیر معمولی ہمدردی پیدا ہوگئی ہے۔ یہاں بھی ''کشمیر ڈے'' منانے کی تیاریاں اعلیٰ پیمانہ پر ہورہی تھیں۔ دوسرے دن مکمل ہڑتال ہوئی۔ ہندوارہ اور دیگر دیہات کے مسلمان ہزاروں کی تعداد میں جامع ہندوارہ میں جمع ہونے لگے۔ حکام نے بذریعہ ذیلداران لوگوں کو مسجد میں جمع ہونے سے روکا۔ جب اس طرح پوری پوری کامیابی نہ ہوئی تو پولیس اور ملٹری کی نمائش کی گئی۔ اس سے مسلمانوں میں زیادہ بے چینی پھیل گئی۔ اس کے بعد ہر سو مقامات بارہمولہ ،سوپور، ہندوارہ کے مسلمانوں نے بعض غیر مسلم اہلکاران کے اشتعال انگیز حرکات سے برگشتہ ہوکر مسلم نمایندگان سرینگر کے ساتھ رابطہ و اتحاد پیدا کرنا شروع کیا۔ دونوں جانب سے رسل و رسائل اور آمدورفت کا سلسلہ شروع ہوا۔ آخر نمایندگان سرینگر کی ہدایت پر ہر جگہ مقامی نمائندے منتخب و مقرر ہوئے۔ بارہمولہ سے واپس آکر جب میں جواب دہی کیلئے حاضر ہوا تو حسب ذیل سوالات کے جواب دئے گئے:

(س) کیا آپ کو سرینگر کی موجودہ شورش کے ساتھ کوئی تعلق ہے؟

(ج) بالکل نہیں!

(س) کیا سکول ماسٹر ہندوارہ اور انسپکٹر بینک ہندوارہ آپ کے ڈیرہ پر

اس قسم کے خیالات کا تبادلہ کرتے تھے؟

(ج) بالکل نہیں!

(س) کیا آپ نے کسی افسر کے پاس یہ ظاہر کیا ہے کہ مسلمانوں کو بے گناہ گولیوں کا نشانہ بنایا گیا ہے؟

(ج) بالکل نہیں!

(س) کیا آپ نے کسی افسر کے پاس سرینگر کے بلوائیوں کی ہمدردی کا اظہار کیا ہے؟

(ج) بالکل نہیں!

(س) کیا ہندوارہ میں آپ نے اس معاملہ میں کوئی دلچسپی لی ہے؟

(ج) بالکل نہیں!

جواب دیتے وقت مجھے یہ معلوم نہیں ہوا کہ آیا میرے خلاف کس شخص نے رپورٹ دی ہے اور اس معاملہ میں غیر معمولی طوالت کیوں دی گئی۔ بعد میں دریافت ہوا کہ آج سے دو سال پیشتر جب گورنر صاحب نے میرا تبادلہ پہاڑ منسوخ فرما کر مجھے ہندوارہ تبدیل کیا تھا، تو خفیہ طور پر تحصیلدار صاحب اور محکمہ پولیس کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ میری نقل و حرکات کا خاص خیال رکھا کریں۔ چنانچہ اس خفیہ حکم کی تعمیل میں میری معطّلی عمل میں آئی۔ حالانکہ گورنر صاحب نے مجھے اپنے فیصلہ ظاہری میں بے گناہ قرار دیا تھا۔ آخر جب سرینگر میں سمجھوتہ ہوا تو تحصیلدار صاحب نے حسب ہدایت وزیر صاحب بارہمولہ مجھے مضمونِ ذیل

کی تحریر پیش کرینکا حکم دیا۔...... ''میں آئندہ ایجی ٹیشن میں حصہ نہیں لوں گا۔اس پر میں نے کسی قدر اضافہ کر کے اس طرح تحریر پیش کی:-''میں نے آج تک ایجی ٹیشن میں کوئی حصہ نہیں لیا، نہ آئندہ لوں گا۔مگر میری یہ تحریر بایں حکم واپس کردی گئی کہ اگر حسب ہدایت تحریر پیش نہ کرو گے تو تمہارا بحال ہو جانا ناممکن ہے''۔''مجبوراً میں نے مجوزہ تحریر پیش کر کے کامل ایک ماہ کی معطّلی اور پریشانی کے بعد ۲؍ستمبر کو بحالی کا حکم حاصل کیا۔

☆☆☆

حصہ دوئم

تعریف

کیا آپ جانتے ہیں کہ پٹواری کس کو کہتے ہیں؟ پٹواری ایک سرکاری ملازم ہوتا ہے جو زمین کی پیمائش (مساحت) کا علم جانتا ہے۔گاؤں ۔قصبہ۔ بستی یا شہر کے آباد کھیتوں اور غیر آباد میدانوں کا ایک نقشہ پٹواری کے پاس موجود رہتا ہے، جس پر ہر ایک کھیت اور قطعہ زمین کو ناپ کر خطوں کے ذریعہ جدا جدا ظاہر کیا جاتا ہے۔آپ نے نقشہ ہندوستان یا پنجاب دیکھا ہوگا، گاؤں کا نقشہ بھی اسی طرح کا بنا ہوا ہوتا ہے۔فرق صرف اتنا ہوتا ہے کہ ملکی نقشے پر بڑے بڑے صوبے، علاقے، ضلع ،شہر، پہاڑ اور دریا خطوں کے ذریعہ دکھا کر درمیان میں نام درج کئے جاتے ہیں۔ گاؤں کے نقشہ میں ایک ایک کھیت، کوہل، راستہ، پہاڑ، ندی، خطوں کے ذریعہ دکھا کر بجائے نام کے درمیان میں صرف نمبر (۱،۲،۳،۴، وغیرہ) دئے جاتے ہیں اور ان نمبروں کے مطابق دوسرے کاغذ پر اُن مقامات کی کیفیت درج ہوتی ہے۔زمیندار اور سرکار کے درمیان مال گذاری کا جو سلسلہ قائم ہے۔اسکے متعلق تمام کاغذات پٹواری کے پاس موجود رہتے ہیں۔

جریب:

زمین کی پیمائش ایک لوہے کی زنجیر سے کی جاتی ہے جس کو جریب کہتے ہیں۔ جریب کی لمبائی ۵۵ فٹ ہوتی ہے جو۲/۵۱ فٹ کے دس مساوی حصوں میں تقسیم کی ہوئی ہوتی ہے، ایک حصہ کو کرم کہتے ہیں۔ ہر ایک کرم لوہے کی پانچ سلاخیں کڑیوں کے ذریعہ ایک دوسرے کے ساتھ ملی ہوئی ہوتی ہیں۔ ایک ایک کرم پر لوہے کا ایک ایک تیر لٹکا ہوتا ہے جو کرموں کا شمار ظاہر کرتا ہے، عام طور پر کرم کو گز بھی کہتے ہیں۔ اس حساب سے ایک جریب دس گز (۱۰ کرم) لمبی ہوتی ہے۔ ہر ایک پٹواری کے پاس یہ جریب موجود رہتی ہے۔

پیمانہ:

جریب سے زمین کی لمبائی اور چوڑائی ناپ کر جس آلہ سے کاغذ پر نقشہ بنایا جاتا ہے اُسکو پیمانہ کہتے ہیں۔ پیمانہ پیتل کا ایک مستطیل پتر ۸۱ یا ۱۰۱ انچ لمبا اور ایک انچ چوڑا ہوتا ہے۔ ایک انچ میں چالیس مساوی نشانات باریک خطوں کے دئے ہوئے ہوتے ہیں۔ ایک خط کا نشان زمین کے نقشے پر ایک کرم اور اسی طرح ایک انچ میں چالیس کرم شمار ہوتے ہیں، پیمانہ بھی ہر ایک پٹواری کے پاس موجود رہتا ہے۔

پیمانہ زمین:

جریب کے ایک کرم یا ۲/۵۱ فٹ مربع میں جو زمین آتی ہے اُسے سرسا

ہی کہتے ہیں۔اسی طرح ۳ کرم مربع یا ۲۷۲ فٹ مربع ایک مرلہ شمار آتا ہے۔

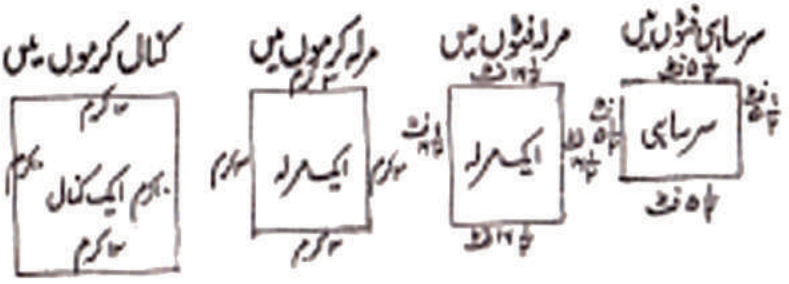

۹ سرساہی کا ایک مرلہ۔۲۰ مرلے کا ایک کنال ۸ کنال کا ایک ایک ایکٹر شمار ہوتا ہے۔کشمیر میں ایکٹروں کا رواج نہیں ہے۔یہاں کے زمیندار اپنی جگہ زمین کی مقدار کا حساب تخم پر کرتے ہیں یعنی جتنی زمین میں تین سیروزنی تخم کاشت ہو سکے اتنی زمین کو ایک کنال کہتے ہیں،اسی طرح وہ کنال کو ایک ترک اور ۳۲ کنال کو ایک خروار زمین سمجھتے ہیں۔

ٹکڑا یا قطعہ یا جز و زمین پیمودشدہ کو رقبہ کہتے ہیں،اسکی جمع رقبہ جات ہے۔کاغذات پٹوار میں کنالوں کا اندراج اسطرح کیا جاتا ہے...... مرلے ہندسوں میں لکھے جاتے ہیں،سرساہی شمار میں نہیں آتی۔۴ سرساہی سے اوپر ایک مرلہ تصور ہوتا ہے۔۴ سرساہی سے کم رقبہ چھوڑ دیا جاتا تھا۔اب خرید و فروخت سے زمین کی قدر بڑھ گئی ہے اس لئے ایک سرساہی کا رقبہ چھوڑا نہیں جاتا۔

نقشہ زمین ۔یا شجرہ ِکشتوار

گاؤں کی زمین کی پیمائش شمال مغرب سے شروع کی جاتی ہے۔ جریب سے زمین ناپ کر کاغذ پر حقیت وار کھیتوں کے نقشے پیمانہ سے بحساب ۲۰ کرم فی انچ بنائے جاتے ہیں۔ کھیتوں کے حدود باریک خط سے مساوی:۔ موقعہ کے مطابق دکھائے جاتے ہیں۔ یہ نقشہ پہلے ایک ''پارچہ چسپاں'' مربع کاغذ پر بنایا جاتا ہے جسکو مساوی کہتے ہیں اور اس نقشہ کو شجرۂ ِکشت وار کہا جاتا ہے۔ شجرہ کشت وار میں تمام کھیتوں۔ میدانوں۔ سڑکوں۔ دریاؤں۔ نالوں اور کوہلوں کے حدود اور خا کے خطوں کے ذریعہ دکھائے جاتے ہیں۔ ہر ایک حد یا خط کی لمبائی باریک ہندسوں میں لکھی جاتی ہے۔

نمبر خسرہ:۔

کھیت یا قطعہ زمین کے درمیان میں نقشہ پر صرف نمبر ہوتا ہے جسکو نمبر خسرہ کہتے ہیں۔ ایک شخص کی حقیت کا ایک ٹکڑا یا قطعۂ زمین (جس پر خسرہ دیا گیا ہو) سرکاری اصطلاح اور عرف عام میں نمبر کہلاتا ہے۔

عکس:۔

پیمائش کے وقت جو شجرہ کشتوار ''مساوی'' پر تیار کیا جاتا ہے اس کی بعد میں تین کاپیاں کی جاتی ہیں۔ دو کاپیاں ٹریسنگ کلاتھ پر اور ایک کاپی اعلیٰ قسم

کے ولایتی پی لٹھ پر۔ان کاپیوں کو عکس کہتے ہیں۔

اصل نقشہ مع ایک کاپی عکس ٹریسنگ کلاتھ کے محافظ خانہ بندوبست میں محفوظ رکھا جاتا ہے۔عکس ٹریسنگ کلاتھ کی دوسری کاپی اور عکس لٹھ پٹواری کے پاس رہتے ہیں۔عکس لٹھ ہر وقت پٹواری کے زیر کار رہتا ہے اس لئے کہ کثرت استعمال سے لٹھ کے خراب ہوجانے یا نقشہ کے خطوط کے مٹ جانے کا خطرہ نہیں ہوتا۔عکس ٹریسنگ کلاتھ سرشتہ پٹوار میں محفوظ رہتا ہے۔اگر کسی وقت عکس لٹھ پر کسی موقعہ کی نسبت اختلاف پڑ جائے یا شک پیدا ہوجائے یا عکس لٹ کو کوئی اتفاقاً نقصان پہنچے یا گم ہوجائے تو پٹواری عکس ٹریسنگ کلاتھ سے کام لیتا ہے۔ محافظ خانہ میں اصل نقشہ کے علاوہ عکس کی ایک کاپی اس لئے احتیاط کے طور پر موجود رکھی جاتی ہے کہ اگر پٹواری کے ریکارڈ کو اچانک کوئی ایسا صدمہ پہنچے جس سے دونوں عکس ضائع ہوجائیں تو محافظ خانہ میں موجود عکس سے مدد لی جا سکے گی۔ یاد رہے کہ پٹواری یا کوئی اور شخص عکس ہائے موجودہ سرشتہ پٹوار کوئی خط ایک نقطہ کے برابر پس وپیش نہیں کرسکتا۔اول تو عکس لٹھ پر ایسا ہونا ہی ناممکن ہے کیونکہ کپڑے کا خط مٹ نہیں سکتا اور نہ تبدیل ہوسکتا ہے۔اگر مشکوک کر دیا جائے تو محافظ خانہ تک ہاتھ پہنچانا ناممکن ہے وہاں کے نقشہ جات بیرونی دستبرد سے ہمیشہ محفوظ رہتے ہیں۔

کھیوٹ

ایک گاؤں میں ایک شخص کی واحد یا چند اشخاص کی مشترکہ حقیت اراضی و درختاں جس قدر جمعبندی پر درج ہوگی، اس سالم حقیت کو کھیوٹ کہتے ہیں۔ اسی طرح حقیت دار حقیت داروں کو کھیوٹ دار یا کھیوٹ داراں کہتے ہیں۔ حقیت داراں کے سلسلہ نمبر جمعبندی کو نمبر کھیوٹ کہتے ہیں۔

کھاتہ

ایک کھیوٹ کے رقبہ کو اگر مشترکہ ہونے کی صورت میں حصہ داراں جد اجدا کاشت کرتے ہوں اور واحد یا مشترکہ کھیوٹ کو ایک یا ایک سے زیادہ کاشتکار کاشت کرتے ہوں تو ایسے حصوں کو کھاتہ کہتے ہیں۔ اس طرح بعض کھیوٹوں کے تحت کئی کھاتے ہوتے ہیں۔

مالیہ سرکار

زمینداروں کو جو رقم بجانب سرکار سالانہ ادا کرنی پڑتی ہے اس کو مالیہ سرکار۔ یا معاملہ زمین یا جمع کہتے ہیں۔ مالیہ بندوبست کے خاتمہ پر کافی غور و خوض۔ مکمل تحقیقات اور چھان بین کے بعد ''مہتمم بندوبست صاحب'' قسم وار رقبہ اور درختوں پر قائم کرتا ہے۔ مقرر کردہ مالیہ زمیندار کو ہر سال ایک یا دو قسطوں میں دینا پڑتا ہے۔ زمیندار مالیہ والی زمین کو آباد رکھے یا غیر آباد یا رقبہ کی

حیثیت بڑھا کر اس میں سے پہلے سے زیادہ قیمتی پیداوار حاصل کرے۔ مالیہ میں کوئی کمی یا بیشی دوسرے بندوبست سے پہلے نہیں ہوگی۔ اگر کسی خاص وجہ سے کسی رقبہ کے مالیہ میں کمی یا بیشی کرنے کی ضرورت ہو یا کسی رقبہ پر از سرِ نو جمع قائم کرنی ہو۔ تو اس کی منظوری ''جناب مشیر مال صاحب بہادر'' دیں گے۔ سوائے اُن کی منظوری کے کسی رقبہ کے مالیہ میں ایک بندوبست سے دوسرے بندوبست تک ایک پائی کی کمی یا بیشی نہیں ہو سکتی۔

عین مال:۔

رقبہ اور درختوں یا گھراوٹوں پر قائم شدہ عین مال کہلاتا ہے۔(نوٹ) کچھ عرصہ سے ۳ پائے فی روپیہ عین مال پر بطور پنشن فنڈ وصول کیا جاتا ہے)

سوا:۔

ایک اور رقم عین مال کے ساتھ بطور سائیر خرچ کے وصول کی جاتی ہے۔ اس کو سوا کہتے ہیں، یہ رقم بحساب ساڑھے بارہ روپے فیصدی یا فی روپیہ دو آنہ عین مال پر ایزاد ہوئی ہے جسکی تشریح حسبِ ذیل ہے۔

خرچہ نمبردار = پانچ روپے		سڑک = دو روپے آٹھ آنے
// پٹوار = چار روپے چار آنے		مدرسہ = ۱۲
کل بارہ روپے آٹھ آنے

رقم نمبردار کو ''پنج وترہ'' بھی کہتے ہیں، پنج وترہ گاؤں کے نمبردار کو فراہمی مالیہ و

دیگر خدمات کے عوض بطور تنخواہ کے ملتا ہے جو کہ نمبردار خود ہی اپنے پاس رکھ لیتا ہے۔ سوا کی باقی رقمیں عین مال کے ساتھ خزانہ سرکار میں داخل کی جاتی ہیں۔ مالیہ سرکار ہر سال دو قسطوں میں ذیل کے طریقہ سے وصول کیا جاتا ہے۔

قسط خریف:۔

۱۵ ماگھ سے ۱۵ پھاگن تک (ایک ماہ کے عرصہ میں) دو حصہ یعنی کل مالیہ کا ۳/۱۔

قسط ربیع:۔

۱۵ ساون سے ۱۵ بھادروں بکرمی تک (ایک ماہ کے عرصہ میں) ایک حصہ یعنی کل مالیہ کا ۳/۱۔

اقسام اراضی

ایک گاؤں کی حد بست کے اندر جس قدر رقبہ پیمود ہوگا وہ دو قسم کا ہوا کرتا ہے۔ اوّل آباد یعنی وہ رقبہ جس میں کوئی فصل کاشت کی جاتی ہو، ایسے رقبہ کو ''مزروعہ'' کہتے ہیں۔ دویم غیر آباد۔ جو زیر کاشت نہ آتا ہو یا ناقابل کاشت ہو مثلاً بنجر۔ کوہل۔ دریا۔ سڑک۔ میدان وغیرہ ایسے رقبہ جات کو ''غیر مزروعہ'' کہتے ہیں۔

اقسام مزروعہ

مزروعہ رقبہ بھی دو قسم کا ہوتا ہے، آبی اور خشکی جو رقبہ کسی دریا یا کوہل کے پانی سے سیراب ہوتا ہو، اس کو ''آبپاش'' یا ''آبی'' کہتے ہیں۔ جو رقبہ کسی دریا یا کوہل کے پانی سے سیراب نہ ہوتا ہو۔ صرف بارش سے ہی اس میں فصل پیدا ہوتی ہو اسکو ''غیر آبپاش'' یا ''خشکی'' کہتے ہیں۔ کشمیر میں عام طور پر مزروعہ رقبہ کی قسمیں درجہ وار حسب ذیل ہیں۔ مالیہ بھی اسی ترتیب سے ان اقسام پر لگایا جاتا ہے یعنی سب سے پہلی (اعلیٰ) قسم پر زیادہ اور سب سے آخری (ادنےٰ) قسم پر سب سے کم مالیہ قائم ہوتا ہے۔

ملیاری:۔

وہ آبپاش رقبہ جس میں اعلیٰ سے اعلیٰ یعنی قیمتی اجناس کاشت ہوتی ہوں۔ مثلاً ترکاریاں۔ تمباکو، پیاز، لال مرچ، آلو، مولی، گاجر، تھوم، خربوزہ، تربوزہ، کھیرے وغیرہ رقبہ ''ملیاری'' کہلاتا ہے۔ ملیاری کا رقبہ سال میں کئی دفعہ زیر کاشت آتا ہے۔

آبی اوّل:۔

وہ ہموار اور آبپاش رقبہ جسمیں ہمیشہ شالی کاشت ہوتی ہو آبی اول کہلاتا ہے۔

آبی دوئم:۔

وہ ہموار اور آبپاش رقبہ جس میں شالی پیدا ہو سکتی ہو مگر کسی وجہ سے اس میں کسی کسی سال خشکی اجناس (گیہوں مکی وغیرہ) کاشت کئے جاتے ہوں آبی دوئم کہلاتا ہے۔اگر آبی دوئم میں چار سال متواتر شالی کاشت ہوگی تو اس کی قسم بھی آبی اوّل ہی لکھی جائیگی۔

آبی واری:۔

وہ ہموار اور آبپاش رقبہ جو گاؤں کی آبادی کے نزدیک ہو اور اس میں کھاد آسانی کے ساتھ بکثرت ہو اور اس میں عام فصلیں عموماً اور ترکاریاں خصوصاً کاشت کی جاتی ہوں،آبی واری کہلاتا ہے۔

آبی سوئم:۔

آبی واری۔اور آبی سوئم میں صرف اتنا فرق ہے کہ آبی سوئم میں زیادہ کھاد نہیں پڑتی اور وہ اکثر آبادی دیہہ سے دور ہوتا ہے۔

آبی سوئم لبرو:۔

آبی سوئم اور آبی سوئم لبرو میں یہ فرق ہے کہ آبی سوئم کے رقبہ میں بوجہ ہموار ہونے کے پانی ٹھہر سکتا ہے۔آبی سوئم لبرو میں بوجہ ڈھلوان ہونے کے پانی نہیں ٹھہر سکتا۔

باغ آبی:۔

وہ رقبہ جس میں میوہ دار درخت موجود ہوں اوران درختوں کو پانی دیا جاسکتا ہو، باغ آبی کہلاتا ہے۔

واری:۔

واری اورآبی واری میں صرف اس قدر فرق ہے۔واری کوہل یادر کے پانی سے سیراب نہیں ہوتی صرف بارش پراس کےفصل کادارومدار ہوتا ہے۔

میدانی:۔

وہ ہموار رقبہ جوکوہل یادریا کے پانی سے سیراب نہ ہوتا ہو،صرف بارش سےاس میں خشکی کےاجناس پیدا ہوتے ہوں،میدانی کہلاتا ہے۔

لبرو:۔

لبرواورمیدانی میں یہ فرق ہے کہ میدانی رقبہ میں بوجہ ہمدار ہونے کے بارش کا پانی ٹھہرسکتا ہے جس سے فصل اچھی ہوتی ہے۔ برخلاف اس کے ''لبرو'' کارقبہ ڈھلوان ہوتا ہےاس میں بارش کا پانی نہیں ٹھہرتا۔

باغ خشکی:۔ وہ رقبہ جس میں میوہ دار درخت موجود ہوں لیکن دریایا کوہل کے پانی سے سیراب نہ ہوتا ہو، باغ خشکی کہلاتا ہے۔

اقسام غیر مزروعہ

غیر مزروعہ رقبہ کی عام طور پر حسب ذیل قسمیں ہیں:۔

زیر سایہ:۔

اگر کسی مزروعہ رقبہ میں ایک یا ایک سے زیادہ درخت موجود ہوں تو ان درختوں کے سایہ کے نیچے جس قدر رقبہ آتا ہے اس میں فصل پیدا نہیں ہوسکتی، اگر اس میں کوئی جنس کاشت بھی کی جائے تو وہ خام یا ناقص رہ کر اکثر ضائع ہوجاتی ہے۔ اس لئے محکمہ بندوبست نے پیمائش کے وقت درختوں کے سایہ کے نیچے آئے ہوئے رقبہ کو بطور مجرائی ''جمع'' سے خارج رکھ کر اسکی قسم ''زیر سایہ'' لکھی ہے۔ واضح رہے کہ ایسی مجرائی صرف سرکاری درختوں کیلئے دی جاتی ہے جن کے کاٹنے کا اختیار زمیندار کو حاصل نہیں ہے مثلاً چنار، توت باقی میوہ دار یا بے ثمر درخت جن کو زمیندار اپنی مرضی سے کاٹ سکتا ہے، کیلئے کوئی مجرائی نہیں مل سکتی کیونکہ اگر ایسے درختوں کا سایہ فصل کو نقصان پہنچاتا ہے تو زمیندار درخت کاٹ کر اس دقت کو دور کرسکتا ہے۔

بنجر جدید:۔

اگر کوئی مزروعہ رقبہ دو سال تک مسلسل غیر آباد پڑا رہے اور اس میں ہل نہ چلایا جائے، خسرہ گرداوری میں چار متواتر فصلوں پر خالی لکھے جانے کے بعد

اس کی قسم ''بنجر جدید'' لکھی جاتی ہے۔

بنجر قدیم:۔

جو غیر آباد رقبہ قابل آباد ہو اور اس میں خودرو گھاس موجود ہو اس کی قسم ''بنجر قدیم'' لکھی جاتی ہے۔ علاوہ اس کے جو مزروعہ رقبہ غیر آباد رہنے سے بنجر جدید ہوا ہوگا۔ دو سال بدستور بنجر جدید رہنے یعنی چار سال مسلسل فصلوں پر خسرہ گرداوری میں بنجر جدید لکھے جانے کے بعد اس کی قسم بھی بنجر قدیم لکھی جائیگی۔

بنجر قدیم، بیدزار، سفیدزار، کاہ کرشم:۔ بنجر قدیم کے جس قطعہ میں بید کے درخت یا سفیدے کے درخت بکثرت موجود ہوں یا کرشم کا گھاس ہو اس کی قسم۔ بنجر قدیم بیدزار یا بنجر قدیم سفیدزار یا بنجر قدیم کاہ کرشم لکھی جاتی ہے۔

غیر ممکن:۔

ہر اس غیر مزروعہ رقبہ کو غیر ممکن لکھتے ہیں جس میں فصل کاشت کرنا مشکل یا ناممکن ہو یا سرکاری رفاہِ عامہ کے اغراض کیلئے اس کا آباد کرنا ممنوع قرار دیا گیا ہو یا جس رقبہ کا غیر آباد رہتا اور رکھا جانا ضرورتاً لازمی ہو۔ مثلاً (۱) کوہل، (۲) سڑک، (۳) قبرستان، (۴) شمشان، (۵) ستھو، (۶) فرودگاہ، (۷) جنگل، (۸) بنہ (حد)، (۹) بھٹو سے (۱۰) آبادی، (۱۱) کوٹھہ (۱۲) لٹری وغیرہ نمبر ۱ سے ۵ تک جو اقسام ہیں ان کا قابل کاشت بنانا یا زیر کاشت لانا بغرض مفاد عامہ قانوناً ممنوع ہے اور ضرورتاً بھی جائز نہیں۔ ۶ و ۸

بوجہ اغراض سرکاری ناقابل آبادی قرار دئے گئے ہیں نمبر ۸ سے نمبر ۱۱ تک کے رقبہ جات کی نوعیت ہی اس قابل نہیں کہ ان کو آباد کیا جائے۔

غیر مزروعہ کے خفیف رقبہ جات از قسم بنجر، کوہل، راستہ، قبرستان، بنہ جات، بھٹو، رقبہ آمدہ زیر مکانات، جو مزروعہ رقبہ جات کے ساتھ پیمود ہوئے ہوں، ان کی ملکیت کے حقوق بھی بمزلہ رقبہ جات مزروعہ زمینداروں کو مشترکہ طور پر عطا ہوئے ہیں مگر ان غیر مزروعہ خفیف رقبہ جات پر جمع قائم ہونے کے وقت مالیہ نہیں لگایا گیا ہے۔

✧✧✧

شاملات

گاؤں کے غیر مزروعہ رقبہ جات یعنی بڑے بڑے بنجر میدان، دریا، کوہل، سڑک، قبرستان، شمشان وغیرہ آج سے کچھ عرصہ پیشتر سرکار کی ملکیت تصور ہوا کرتے تھے۔ ایسے رقبہ جات کیلئے جمعبندی کے خانہ ملکیت میں صرف لفظ خالصہ لکھا ہوا ہوتا تھا۔ ہز ہائنس شری مہاراجہ سر ہری سنگھ جی بہادر والئے جموں وکشمیر نے سال ۱۹۸۲ بکرمی میں بتقریب رسم راج تِلک اپنی پیاری رعایا کو منجملہ دیگر مراعات کے یہ رعایت بھی دی کہ گاؤں کا غیر مزروعہ رقبہ تا حد تعداد رقبہ مزروعہ جملہ کھیوٹ داراں دیہہ کو حسبِ رسد رقبہ مزروعہ بطور شاملات عطا فرمایا یعنی اگر کسی گاؤں کا مزروعہ رقبہ ایک ہزار کنال مملوکہ کھیوٹ داران اور غیر مزروعہ پندرہ سو کنال تحت خالصہ موجود تھا تو غیر مزروعہ رقبہ میں سے ایک ہزار کنال شاملات میں دیکر باقی پانچ سو کنال رقبہ تحت رکھا گیا، جس گاؤں میں رقبہ غیر مزروعہ تحت خالصہ، رقبہ مزروعہ سے کم تھا وہاں سالم رقبہ شاملات میں دیا گیا۔ سوائے اُن رقبہ جات کے جن کا تحت خالصہ رکھا جانا سرکاری اغراض کیلئے ضروری تھا شاملات پر کھیوٹ داران دیہہ کو اپنے مملوکہ رقبہ کے برابر تمام حقوق حاصل ہیں۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ رقبہ مزروعہ پر وہ جُدا جُدا قابض ہے لیکن رقبہ شاملات پر ان کا مشترکہ قبضہ ہے۔ گویا شاملات زمینداروں کی مشترکہ

حقیت ہے، اگر کھیوٹ داراں دیہہ رقبہ شاملات کو آپس میں تقسیم کر دیں گے تو حسبِ رسد رقبہ مزروعہ اُن کو شاملات سے حصہ ملے گا۔ مثلاً ایک گاؤں میں آٹھ سو کنال رقبہ مزروعہ اور ایک سو کنال غیر مزروعہ مملوکہ زمینداراں دیہہ اور چار سو کنال رقبہ شاملات ہے، ایک زمیندار کی ملکیت پچاس کنال مزروعہ اور تین کنال غیر مزروعہ کل ترپین کنال رقبہ ہے شاملات سے اس کو حسبِ رسد رقبہ مزروعہ پچیس کنال ملیں گے۔

شاملات میں بنجر کے بڑے بڑے ٹکڑے وہ چھوٹی چھوٹی نہریں (کوہل ہائے) جن سے گاؤں کے رقبہ جات کی آبپاشی ہوتی ہے، گاؤں کے چھوٹے چھوٹے راستے رقبہ جات قبرستان وشمشان۔ رقبہ جات محفوظ کاہچرائی دئے گئے ہیں۔ رقبہ شاملات کے دو حصے تجویز ہوئے ہیں۔ حصہ اوّل میں بنجر کے وہ رقبہ جات رکھے گئے ہیں جن کو زمینداران دیہہ اپنی مرضی سے آباد کر کے قابل کاشت بنانے کے ہر وقت مجاز ہیں۔ ایسے رقبہ جات پر جب پرتہ دیہہ جمع قائم ہوگی اور وہ ''نوتور جائز'' تصور ہوگا۔ حصہ دوئم میں کوہل، راستہ جات، قبرستان وشمشان اور رقبہ جات کاہچرائی ہیں۔ مفاد عامہ کے خاطر ان رقبہ جات سے نوتور کرنا ممنوع قرار دیا گیا ہے، ایسا نوتور ''نوتور نا جائز'' تصور ہوگا۔

محفوظ کاہچرائی

ہر ایک گاؤں میں بنجر اور غیر ممکن رقبہ جات میں سے کچھ رقبہ (گاؤں

کے کل مزروعہ رقبہ کے بیس فیصدی تناسب سے) گاؤں کے مویشیوں کے چرنے کیلئے تحت شاملات مخصوص رکھا گیا ہے۔مثلاً ایک گاؤں کا کل رقبہ مزروعہ دو ہزار کنال اور تحت شاملات آٹھ سو کنال غیر مزروعہ ہے۔اس میں سے چار سو کنال رقبہ قابل چرائی چن کر گاؤں کے مویشیوں کے چرنے کیلئے محفوظ رکھا گیا ہے، جس گاؤں میں کل مزروعہ رقبہ کے مقابلہ میں غیر مزروعہ رقبہ شاملات بیس فیصدی کے تناسب سے کم ہے۔وہاں کل رقبہ شاملات محفوظ کاہچرائی تصور ہوگا۔ رقبہ کاہچرائی سے کسی شخص کو نوتور کرنے کا حق حاصل نہیں اور نہ ہی کسی دوسری ضرورت کے لئے اس میں سے کسی کو رقبہ مل سکتا ہے۔

نوتور

جب بنجر رقبہ کھود کر قابل کاشت بنایا جائے اور اس میں کسی زرعی تخم کے نشو ونما پانے کی صلاحیت اور طاقت پیدا ہو جائے تو محکمہ مال کی اصطلاح میں ایسے فعل یا عمل کو نوتور کہتے ہیں۔شاملات کے تحت جو رقبہ نوتور کیلئے رکھا گیا ہے اس کا نوتور ''نوتور جائز'' اور ممنوعہ رقبہ جات (قبرستان کوہل۔راستہ جات، کاہچرائی) کا نوتور ''نوتور ناجائز'' کہلاتا ہے۔خالصہ یعنی سرکاری رقبہ جات سے نوتور کرنا ممنوع ہے البتہ تحت قواعد عطائیگی اور خیات بنجر ۴۰۰ کنال رقبہ تک کیلئے کوئی پشتنی باشندہ ریاست درخواست دے سکتا ہے۔

خالصہ

خالصہ کے تحت نالہ جات، دریا، سڑکیں فردوگاہیں، باغات سرکاری، رقبہ جات مقبوضہ محکمہ جات، جنگل کے وہ ٹکڑے جو گاؤں کے حدود میں پیمود ہوئے ہیں اوران میں جنگلی درخت کثرت سے موجود ہیں، رکھے گئے ہیں۔ بڑے بڑے نالے اوردریا زیرنگرانی سرکار ہیں اُن پر جو پُل بنائے جاتے ہیں وہ سرکاری لاگت سے بنتے ہیں۔علاوہ اس کے اگر سیلاب یا کسی اور حادثہ سے ان نالہ جات کو کوئی نقصان پہنچتا ہے تو اس کی تلافی بھی سرکاری لاگت سے کرائی جاتی ہے۔جنگلات سے عمارتی لکڑی اور بالن کی ڈھلائی مقررہ فیس ادا کر کے اِن ہی نالہ جات کے ذریعہ ہوتی ہے۔جرنیلی سڑکوں کی درستی ومرمت کی ذمہ داری بھی سرکار پر ہے۔اس لئے یہ تمام رقبہ جات خالصہ قرار دئے گئے ہیں۔ ان میں سے جو رقبہ جات کسی خاص محکمہ کی زیرنگرانی ہیں۔اُن کے لئے جمعبندی کے خانہ کاشت میں اس محکمہ کا نام آتا ہے۔مثلاً سڑک جرنیلی اگر زیرنگرانی محکمۂ پبلک ورکس ہو اور وہی محکمہ اس کی نگرانی اور مرمت کرتا ہو تو خانہ کاشت میں مقبوضہ سرکار لکھا ہوا ہوتا ہے۔رقبہ جات خالصہ سے بلا حصول اجازت ضابطہ نو تورکرنا جرم ہے۔

آبادی دیہہ

گاؤں میں جس جگہ پر باشندگان دیہہ کے مکانات رہائشی تعمیر ہوئے

ہوں اور جس قدر رقبہ ان مکانات کے نیچے آیا ہو،اس سالم رقبہ کو آبادی دیہہ کہتے ہیں۔کاغذات میں اس کا کھیوٹ جُدا ہوتا ہے،آبادی دیہہ کے رقبہ پر تمام باشندگان دیہہ سرکاری اجازت کے بغیر مکان تعمیر کرنے کا حق رکھتے ہیں۔غیر کھیوٹ دار باشندہ دیہہ بھی بشرط رضامندی ساکنان دیہہ رقبہ آبادی دیہہ میں مکان بنا سکتا ہے۔رقبہ آبادی دیہہ کا اندراج کاغذات پٹوار میں قبضہ وار نہیں ہوتا۔مثلاً ایک آبادی دیہہ کا رقبہ پچاس کنال ہے اور اس پر ۳۸ مکان مع کوٹھار تعمیر ہوئے ہیں۔کاغذات میں پچاس کنال رقبہ کا ایک ہی نمبر بنام آبادی دیہہ درج ہوگا۔۳۸ مکانداروں کے نام جداگانہ قبضہ وار اندراج نہ ہوگا۔

حق اسامی وحق ملکیت

۱۹۹۱ء بکرمی سے پیشتر کشمیر کے زمینداروں کو اپنے رقبہ جات پر بجائے حق ملکیت کے حق اسامی حاصل تھا اس لئے یہاں کا زمیندار بجائے مالک زمین کے اسامی دار کہلاتا تھا۔۱۹۹۱ء کے وسط میں یہاں کے زمینداروں کو کوئی نذرانہ ادا کئے بغیر حقوق ملکیت عطا ہوئے جس کی رو سے اب ہر ایک زمیندار کو اپنی مملوکہ حقیت کے چوتھائی حصہ تک بیع و رہن کی عام اجازت دی گئی ہے۔ اس امر کیلئے کہ آئندہ صوبہ کشمیر میں کن لوگوں کو رقبہ جات خرید کرنے کی اجازت ہوگی۔افسران مال کی ایک کمیٹی نے غور وخوض کے بعد جماعت ہائے زراعت پیشہ و غیر زراعت پیشہ کا یقین کیا ہے۔ان کا نوٹیفیکیشن سرکاری گزٹ مورخہ ۲۹

ہاڑ ۱۹۹۱ء میں ہو چکا ہے۔ مندرجہ ذیل جماعتیں غیر زراعت پیشہ قرار دی گئی ہیں، یعنی ان اشخاص کو زرعی زمین خریدنے کی اجازت نہیں ہے۔ ان کے سِوا باقی تمام جماعتوں کو زراعت پیشہ قرار دے کر زرعی زمین میں خریدنے کی اجازت دی گئی ہے۔ بشرطیکہ وہ پشتنی رعایائے ریاست درجہ اوّل ہوں۔

وادئ کشمیر کے غریب زراعت پیشہ کشمیری و دیگر مسلمان

اگ، علاقہ بند، عطار، بسرو، بقال، بزاز، بچو، بچھ، بلدیو، بقایا، بید، چک، چنک، چھپر، چکن، چینی بقال، چڈہ، چلاک، دلال، درابی، دباگ، دیاک، دیو، دارو، دارل کوٹھیدار، گذبان، ہرگاہ، حافظ، (بیرونی غیر کشمیر) کمو، کانٹر، کانٹرو، کچرو، کاؤسہ، کاک، کتال، خوجہ، (غیر کشمیری) خان (غیر کشمیری) کناہ، کوچھک، کچو، کاٹھر، کلا، (کوٹھیدار) مام، ماریکو، مؤن، ماشکی، مونجی خل، مہارازہ، نانوائی، پاٹی گرو، پُرزگر، قصاب، سوداگز سراج، سید مکار، شوپو، شداد، شوکلو، شالباف، تفنگ ساز، تاج، تارفروش، ٹاک، ٹھگ، تبردار، وٹھ، زینہ پوری، پختونی گاندربل (فرقہ جرائم پیشہ)۔

غیر زراعتی سود بیاج کنندہ بانجیاں

آنٹو، بگو، بلدو، بلرو، بہرو، پیری، ٹھگ، باہشرہ ہاجی، بسو، بٹور، بچلو، چھاؤ ہلو، چاٹھ، چونٹو، داربو، دوشابہ، ڈگ، ڈیگو، ڈلو، ڈگ ہاجی، دگ سیرو، ڈار ہاجی، ففو، فٹنگ، گورو، گڈر، گاد ہانجی، گنجو، گھاسی، کانسی، کاشرو، گلو، گوگلو، گونچو، گگرو، گگنو، غلہ، ہارو، ہنڈو، حانڈر، کھن ہانجی، کبو، کرناوی، کاکاپوری، کاجی، کھندرو، کھر، کلہ وٹھو، کلو، کچلو، کمرازی، کھترو، کلاش، لچھو، مٹو، مکرو، منڈو، منڈی جی، مٹہ ہانجی، مٹہ، مار بسکین، مہاجن، مندلو، ناتھ، بزواری، ناو، نارہ چھورہ، پٹھ، پلاؤ، راہ، راوالو، سلارو، شکر، سمجی، سنگرام، شگو، شگن، ترتی، ترمبو، وچکو، وید، وانگنو، وندکو۔

ضلع مظفر آباد کے کشمیری و
دیگر غیر زراعت پیشہ مسلمان:۔

بنجارہ، تیلی، جولاہ، کھوجہ، زرگر، قصاب، گنائی، منگنو، ترینہ، بمعہ ان اقوام کے جن کو وادیٔ کشمیر میں غیر زراعت پیشہ قرار دیا گیا ہے۔

صوبہ کشمیر کے غیر زراعت پیشہ کشمیری پنڈت

بزاز، باغاتی، بونیو، بوہرہ (عطار) چیرو، چنہ، چوہدری، چکن، ڈاسی، گورٹو

(صرافان سرینگر)

حاشیہ، جد، کچومہ کانٹرو، کوٹھیدار

(کولان سرینگر)

نمٹو، نانوائی، کمپاسی

(فوٹوگرافر)

پنجابی، پڈر، پٹو، شاعر، شش، صراف، ساقی، سلطان، ٹنگ، ٹانگن، زرو، وفہ، خارہ دوزی۔

غیر زراعت پیشہ دیگر کشمیری ہندو:۔

مہاجن، بابرہ، اروڈہ، کھتری، کائستھ، جھیور۔

غیر زراعت پیشہ کشمیری و دیگر سکھ ساہوکاران، پٹن، بانڈی پورہ، بارہمولہ، سوپور، اننت ناگ، شوپیان، سرینگر، اوڑی، رام پور، مہورہ، سلام آباد، چکوٹھی، چپاری ہٹیاں، ڈوپٹہ، گڑھی، دومیل، مظفرآباد، برسالہ، ٹیٹوال

جب کوئی زراعت پیشہ شخص رقبہ خریدنا چاہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ پہلے زراعت پیشہ رعایائے ریاست درجہ اوّل ہو۔ سٹیفکیٹ حاصل کرے۔ یہ سٹیفکیٹ پیش کرنے کے بعد اس کو رقبہ بصورت بیع ورہن مل سکتا ہے۔

کاشتکار یا مزارعہ

اگر مالک اراضی اپنا رقبہ کسی اور شخص کو بغرض کاشت دے، تو کاشت کرنے والا شخص کاشتکار یاں مزارعہ کہلائے گا۔

کاشتکاری مزارعہ غیر مستقل یا غیر موروثی:۔

وہ کاشتکار جس سے زمیندار اپنی مرضی سے کاشت چھڑا سکتا ہے، کاشتکار غیر مستقل یا مزارعہ غیر مستقل کہلاتا ہے، اگر کاشتکار غیر مستقل مالک کے کہنے سے کاشت رقبہ ترک نہ کرے۔ تو زمیندار کو لازم ہے کہ وہ ان ایام میں جب رقبہ زیر بحث بلا فصل یعنی خالی پڑا ہو، کاشتکار کو بذریعہ تحصیل رقبہ سے بے دخل ہو جانے کا نوٹس دے۔ ایسی نوٹس کا مضمون یہ ہوتا ہے کہ'' کاشتکار رقبہ سے بے دخل ہو جائے اگر اُس کو کاشت چھوڑنے پر کوئی عذر ہے تو وہ باضابطہ اپنے عذرات دو ماہ کے اندر اندر عدالت مجاز میں پیش کرے'' اس پر کاشتکار یا تو رقبہ چھوڑ دے گا یا اگر اس کو کوئی عذر ہو گا تو اندر معیاد محکمہ وزارت میں ''دعویٰ تردید نوٹس بے دخلی'' دائر کرے گا گویا کاشتکار کی رضامندی کے بغیر زمیندار کو جبراً اُس سے رقبہ واپس لینے کی قانوناً اجازت نہیں ہے۔

کاشتکار شکمی یا مزارعہ شکمی:۔

اگر کاشتکار اپنا رقبہ زیر کاشت (جو اُس نے کسی مالک اراضی سے کاشت پر لیا ہے) کسی تیسرے شخص کو اپنی طرف سے کاشت کرنے کے لئے دے دے، تو ایسا کاشتکار (یعنی کاشتکار کے کاشتکار) کاشتکار شکمی یا مزارعہ شکمی کہلاتا ہے۔

کاشتکار مستقل یا موروثی:۔

وہ کاشتکار جس نے بندوبست قانونی ا(صوبہ کشمیر میں سب سے پہلے ۱۹۵۱ بکرمی میں باضابطہ بندوبست ہوا ہے۔ یہی بندوبست۔ بندوبست قانونی کہلاتا ہے۔اس کے بعد آج تک دو بندوبست ہوئے جو ترمیم اوّل اور ترمیم دوئم کے نام سے موسوم ہیں) سے مسلسل ایک ہی شرح پر کوئی رقبہ زیر کاشت رکھا ہو اور بندوبست میں تحصیلدار صاحب بندوبست نے یا بندوبست کے بعد وزیر وزارت صاحب نے تحقیقات کے بعد ایسے کاشتکار کو مستقل قرار دیا ہو۔''کاشتکار مستقل یا مزارعہ مستقل یا کاشتکار موروثی کہلاتا ہے۔کاشتکار مستقل کو زمیندار اپنی مرضی سے اُس رقبہ سے جس کے لئے وہ مستقل کاشتکار قرار دیا ہے۔ بے دخل کرنے یا کرانے کا مجاز نہیں ہے۔ کاشتکار مستقل کو رقبہ پر وہی حقوق حاصل ہیں جو زمیندار کو حاصل ہوتے ہیں۔اس کی وفات پر اُس کے حقوق کاشت بذریعہ انتقال اُس کے ورثا کو ملیں گے۔اگر کوئی کاشتکار غیر مستقل

دیرینہ کاشتکار ہونے کی بناء پر مستقل کاشتکار کا غذات کرائے جانے کا خواہشمند ہوتو اُس کو چاہیئے کہ وہ عدالت مال میں باضابطہ دعویٰ حق کاشت مستقلی پیش کرے اس کے سوا اس کو کوئی افسر یا اہلکار بندوبست سے پہلے غیر مستقل سے مستقل نہیں کر سکتا۔

لگان:

کوئی زمیندار جو اپنا رقبہ کسی کاشتکار مستقل یا غیر مستقل کو کاشت کیلئے دیتا ہے، اس رقبہ کا مالیہ تو زمیندار خود ادا کرتا ہے اور کاشتکار سے بطور حاصل رقبہ جو کچھ وہ بصورت نقد یا جنس وصول کرتا ہے، اس کو لگان کہتے ہیں۔

اقسام لگان:۔

لگان کئی قسم کا ہوتا ہے اگر زمیندار کاشتکار سے بصورت نقد اسی قدر رقم وصول کرے جتنی رقم سرکار نے اس رقبہ پر بطور مالیہ مقرر کی ہے تو اس کو لگان نقدی حسب پر تہ لکھتے ہیں اور وجہ بھی ساتھ ہی لکھی جاتی ہے۔ اگر مالیہ سے کم یا زیادہ کوئی رقم مقرر کر کے کاشتکار سے وصول کرے تو اس کو لگان نقدی بالمقطع سالتمام کہتے ہیں۔ اگر رقبہ کی پیداوار جنس کی صورت میں بطور ٹھیکہ وصول کرے تو اسکو لگان جنسی بالمقطع کہتے ہیں۔ اگر رقبہ زیر کاشت کی پیداوار زمیندار اور کاشتکار فصل کاٹنے کے بعد آپس میں بحصہ مساوی تقسیم کریں گے، تو اس کو لگان ''بٹائی غلّہ بحصہ نصفی'' کہتے ہیں اگر گھاس بھی ساتھ ہی تقسیم ہوگی ''تو مع گھاس

’’ لکھا جائے گا، ورنہ بلا گھاس اگر رقبہ کی پیداوار کے دو حصے زمیندار اور ایک حصہ کاشتکار لے گا تو اس کو لگا ’’بٹائی غلہ بحصہ سوئم‘‘ مالک (دو حصہ) کاشتکار (ایک حصہ) لکھتے ہیں۔ بعض خاص صورتوں میں زمیندار مالیہ تو خود ادا کرتا ہے لیکن کاشتکار سے کوئی لگان وصول نہیں کرتا۔ ایسی صورت لفظ بلا لگان لکھا جاتا ہے اور ساتھ ہی بلا لگان ہونے کی وجہ بھی درج کی جاتی ہے۔ مثلاً ’’بلا لگان بوجہ رشتہ داری، بلا لگان بوجہ خدمت، بلا لگا بوجہ ملازمت بلا لگان بوجہ خدمت لوہاری، بلا لگان بوجہ پیر مریدی وغیرہ وغیرہ۔

✦✦✦

خسرہ گرداوری

اس سے پہلے لکھا جاچکا ہے کہ شجرہ کشتوار یا عکس شجرہ کشتوار پر کھیت یا قطعہ اراضی کا صرف نمبر ہوتا ہے۔اس کی کیفیت درج نہیں ہوتی، کیفیت کیلئے علیٰحدہ رجسٹر ہوتا ہے جس کو خسرہ گرداوری کہتے ہیں۔خسرہ گرداوری پر ترتیب وار اور مسلسل نمبرات کے ساتھ ساتھ ان کی مفصل کیفیت اور تشریح درج ہوتی ہے۔ شجرہ کشتوار اور خسرہ گرداوری ایک دوسرے کیلئے لازم وملزوم ہیں۔شجرہ کشتوار پر نمبر کی کوئی کیفیت معلوم نہ ہوگی جب تک کہ خسرہ گرداوری نہ دیکھا جائے۔اسی طرح خسرہ گرداوری سے معلوم نہیں ہوسکتا کہ اس نمبر کا کھیت گاؤں کے کس حصہ میں، کس طرف اور کہاں پر واقع ہے، جب تک کہ شجرہ کشتوار کو نہ دیکھا جائے آسانی کیلئے ذیل میں شجرہ کشتوار اور خسرہ گرداوری کا نمونہ درج کیا جاتا ہے:

عکس شجرہ کشتوار موضع..... تحصیل....... ضلع....... پیمودہ سال سہ

بمانہ بحساب فی انچ ۴۰ کرم

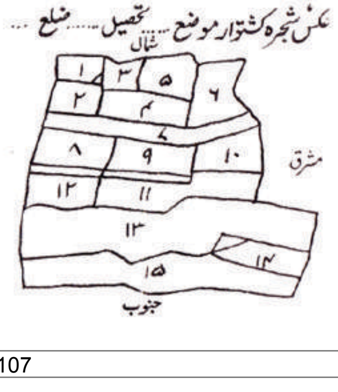

خسرہ گرداوری موضع .... تحصیل .... ضلع ....

۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۱		ستارہ ولد غفار قوم ... خود کاشت	۱ ۰ ۱	۳ ... ۸	[illegible]	[illegible] ۱	[illegible]	دو ایکڑ ۱		
۲		جمال الدین ... خود کاشت	۱ ۰ ۱	۱۵ ۲ ۱۷	[illegible]	[illegible]	[illegible]	دو ایکڑ [illegible]		
۳		[illegible]	۱ ۲	۳	[illegible]	[illegible]	[illegible]	دو ایکڑ [illegible]		
۴		[illegible]	۱	۰	[illegible]	گندم		خالی		
۵		[illegible]	۲ ۰ ۳	۵ ۲ ۷	[illegible]	[illegible] ۲		دو ایکڑ [illegible] ۲		
۶		[illegible]	۱	۳	[illegible]	خالی		چینا		
۷		[illegible]	۳	۱۰	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]		
۸		جمال وغیرہ ... خود کاشت	۱ ۰ ۱	۸ ۲ ۱۰	[illegible]	[illegible] ۲		[illegible] ۲		
۹		داس ... خود کاشت	۱ ۰ ۱	۸ ۲ ۱۰	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	

۱۰			ستار بشرح نمبر ۸ خودکاشت	۱	۱	آبی سوئم	بنجر جدید ۱	بنجر جدید یک	بنجر جدید ۱		[illegible]
۱۱			آبادی مقبوضہ باشندگان	۱	۱۵	غیر ممکن آبادی	غیر ممکن		غیر ممکن ۱-۰		
۱۲			سبحان بشرح نمبر ۵ بکاشت [illegible] سکنہ دیہہ [illegible]	۰	۵	بارانی	بنجر [illegible] ۱		تماکو ۱		
۱۳			خالصہ مقبوضہ سرکار	۷	۱۰	غیر ممکن کوہ	غیر ممکن ۷		غیر ممکن ۷-۰		
۱۴			رحمان ولد کریم قوم [illegible] ساکن دیہہ خودکاشت	۱	۴	بیرو	[illegible] غیر ممکن	غیر ممکن کوہ ہمراہ	خالی غیر ممکن		
۱۵			شاملات دیہہ محفوظ کا چراگاہ	۵	۹	بنجر قدیم	بنجر قدیم ۵-۰		بنجر قدیم ۵-۰		

عکس شجرہ کشتواراورخسرہ گرداوری کو سامنے رکھ کرشجرہ کے ہر ایک نمبر کی کیفیت خسرہ گرداوری میں دیکھو۔شجرۂ کشتوار پر سب سے پہلے جو مستطیل شکل ہے جس کے درمیان نمبرا پڑا ہوا ہے یہ ستار ڈار کا آبی کھیت ہے۔وہ اسی گاؤں کا باشندہ ہے جس کے لئے یہ رجسٹر تیار ہوا ہے گاؤں کا نام چونکہ رجسٹر کی پیشانی پر درج ہے،اس لئے زمیندار کے نام کے ساتھ بجائے نام دیہہ کے صرف ساکن دیہہ لکھا جاتا ہے۔ ستار ڈار اس رقبہ کو خود ہی کاشت کرتا ہے، اس لئے خود کاشت کا لفظ لکھا گیا ہے۔ بوقت پیمائش اس نمبر کا رقبہ ایک کنال آٹھ مرلہ پایا گیا تھا۔اس رقبہ میں ہمیشہ شالی کاشت ہوتی ہے اس لئے اس قسم کی آبی اوّل درج ہوئی ہے۔اس نمبر میں جنوب مشرق کی طرف تھوڑا سا رقبہ غیر آباد بنجر ہے (شجرہ کشتوار پر نشان دیا گیا ہے) اس لئے ۵ مرلہ رقبہ کی قسم بنجر قدیم لکھی گئی ہے۔اس غیر مزروعہ رقبہ پر جمع قائم نہیں ہوئی ہے ستار ڈار کو اس کے آباد کرنے کا ہر وقت حق حاصل ہے،آئندہ بندوبست تک اس پر جمع قائم نہیں ہوگی۔

نمبر خسرہ ۲ کمال شیخ کے تین پسران، جمالؔ، عزیزؔ، سبحانؔ کی مشترکہ حقیت ہے ان کو بحصہ مساوی اس رقبہ پر حق ملکیت حاصل ہے۔ جمال سب سے بڑا ہے باقی دو ترتیب وار اس سے چھوٹے ہیں، رقبہ کو تینوں بالاشتراک کاشت کرتے ہیں مالیہ سرکار بھی اکٹھے ادا کرتے ہیں، پیداوار بھی اسی طرح کھاتے ہیں۔ اس لئے خود کاشت لکھا گیا ہے، اس کھیت کے بنہ جات (حدود) بڑے بڑے ہیں جو اس کے اردگرد فصیل کا کام دیتے ہیں۔کھیت کی

حفاظت وتقویت کیلئے ان کا غیر آباد رکھا جانا ضروری ہے۔اس لئے بنہ جات کا رقبہ دو مرلہ خارج از جمع رکھ کر اسکی قسم غیر ممکن بنہ لکھی گئی ہے۔

نمبر خسرہ ۳:۔ پر حق ملکیت اکبر ڈار اور صابر شیخ کو بالاشتراک بحصہ مساوی حاصل ہے مگر رقبہ کو اکیلا اکبر ڈار کاشت کرتا ہے، وہی مالیہ ادا کرتا ہے، وہی پیداوار بھی کھاتا ہے اس لئے خود کاشت اکبر حصہ دار لکھا گیا۔اس نمبر کے کناروں پر درخت چنار ایک اور درخت توت دو موجود ہیں، جن کا سایہ اس نمبر کے چار مرلہ رقبہ پر پڑتا ہے۔اس لئے رقبہ آمدہ زیر سایہ درختاں مقداری ۴ مرلہ کو خارج از جمع رکھ کر اس کی قسم زیر سایہ لکھی گئی ہے۔

نمبر خسرہ ۴:۔ پر درسہ پنڈت کو حق ملکیت حاصل ہے اس کی گوت رینہ ہے۔رقبہ آبپاش ہے مگر اس میں خشکی کے مختلف اجناس کاشت ہوتے ہیں، اس لئے اس کی قسم آبی سوئم لکھی گئی ہے۔

نمبر خسرہ ۵:۔ پر سبحان بٹ کو حق ملکیت حاصل ہے اور وہ ذات کا سکھ برہمن ہے۔اس کی طرف سے بطور کاشت کار غیر مستقل رحمٰن بٹ۔ رقبہ کو کاشت کرتا ہے، لگان بٹائی بحصہ نصفی مقرر ہے چونکہ رقبہ خشکی غیر آبپاش ہے، اس لئے اِس کی قسم میدانی درج ہے۔

نمبر خسرہ ۷:۔ جرنیلی سڑک ہے جس کا مالک سرکار ہے، اس لئے خانہ ملکیت میں خالصہ درج ہے۔اس سڑک کے کناروں پر جو درخت نصب ہیں ۔ان کی نگرانی محکمہ مال کے سپرد ہے اور تیاری و مرمت پل ہا و سڑک کا کام بھی

اسی محکمہ کے ذمہ ہے۔ اسلئے کاشتکار کی جگہ مقبوضہ محکمۂ مال درج ہے، رقبہ کی قسم غیر ممکن سڑک ہے۔

نمبر خسرہ ۸:۔ کا مالک جمال وغیرہ بشرح نمبر۲ ہے چونکہ نمبر خسرہ ۲ پر جمال وغیرہ کا مفصل اندراج (نام۔ ولدیت۔ قومیت۔ سکونت، حصص) آچکا ہے یہاں اسی نمبر کا حوالہ دیا گیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ نمبر انہی حقوق کے ساتھ انہی کا مملوکہ ہے جن کا اندراج نمبر خسرہ ۲ کے تحت آیا ہے۔

یہی کیفیت نمبرات خسرہ ۹، ۱۰، ۱۲ کی ہے۔

نمبر خسرہ ۸، ۹ کے جنوبی کناروں کے ساتھ ساتھ ایک چھوٹی سی آبجو (کوہل) جاری ہے، جو ان ہر دو نمبرات کے علاوہ نمبر خسرہ ۱۰ کو بھی سیراب کرتی ہے، چنانچہ شجرہ کشتوار پر باریک خط سے نشان دیا گیا ہے، ان ہر دو نمبرات کو دو دو مرلہ کی مجرائی دی گئی ہے۔ ہر دو نمبرات میں کسی سال شالی کاشت ہوتی ہے اور کسی سال خشکی اجناس اس لئے قسم آبی دوئم لکھی گئی ہے۔

نمبر خسرہ ۱۱۔ میں اس گاؤں کے باشندوں کے مکانات رہائشی موجود ہیں اس لئے خانہ ملکیت وخانہ قسم میں صرف لفظ آبادی دیہہ لکھا گیا۔

نمبر خسرہ ۱۲:۔ زیر کاشت محمد شیخ مزارعہ غیر مستقل ہے، لگان نقدی بطور ٹھیکہ پانچ روپیہ سالانہ دیتا ہے۔ اس لئے لگان نقدی سالتمام صہ درج ہے اس رقبہ میں اعلیٰ قسم کی اجناس کاشت ہوتی ہیں، اس لئے اس کی قسم ملیاری درج ہے۔

نمبر خسرہ ۱۳۔ غیر ممکن کوہل ہے جس کی مالک سرکار ہے اس کی نگرانی خاص طور پر کسی محکمہ کے سپرد نہیں۔ اس لئے خالصہ مقبوضہ سرکار درج ہے اور قسم رقبہ غیر ممکن کوہل۔

نمبر خسرہ ۱۴۔ کا رقبہ خشکی اور ڈھلوان ہے، کوہل کا پانی اس کو سیراب نہیں کرسکتا اس لئے اس کی قسم لبرو درج ہے۔

نمبر خسرہ ۱۵۔ ایک بنجر ٹکڑہ ہے جس میں گاؤں کے مویشی چرتے ہیں، اس لئے کاہچرائی کیلئے محفوظ رکھ کر کھیوٹ داراں دیہہ کو تحت شاملات دیا گیا ہے۔

✦✦✦

گرداور کا کام

آپ نے اکثر گرداوری کا نام سُنا ہوگا اور یہ بھی سنا ہوگا کہ پٹواری گرداوری کرتا ہے۔ کیا آپ کو معلوم ہے؟ کہ گرداوری سے کیا مُراد ہے؟ اور کس غرض کے لیئے کی جاتی ہے؟ گرداوری کا دستور آئین یہ ہے کہ پٹواری عکس لٹھا اور خسرہ گرداوری لے کر نمبردار و زمینداران دیہہ کے ساتھ اُس موقعہ پر جاتا ہے۔ جہاں سے گاؤں کا نمبر خسرہ ۱ شروع ہوتا ہے، پٹواری کھیت کے کنارے پر کھڑا ہو کر نقشہ اور کھیت کی ہیئت کا مقابلہ کرتا ہے۔ اگر کوئی تفاوت یا تغیر نظر آئے تو اُس کا اِندراج خسرہ گرداوری میں کیا جاتا ہے۔ ایک دن میں جس قدر نمبروں کی گرداوری کی جاسکتی ہو اِن نمبرات کے مالکوں اور کاشتکاروں کی حاضری کی ہدایت ایک دن پیشتر گاؤں کے نمبردار کو دی جاتی ہے۔ گرداوری سال میں دو دفعہ ربیع اور خریف پر کی جاتی ہے۔ ربیع کی گرداوری ۱۵/ جیٹھ بکرمی کو شروع ہو، ہر یکم ساون تک (ڈیڑھ سال کے عرصہ میں) اور خریف کی گرداوری ۱۵ بھادون بکرمی کو شروع ہو کر یکم کاتک کو (ڈیڑھ سال کے عرصہ میں) ختم کی جاتی ہے۔ خسرہ گرداوری میں ربیع اور خریف کے اندراجات کیلئے جدا جدا خانے رکھے ہوئے ہوتے ہیں، جیسا کہ نمونہ خسرہ گرداوری پر خانہ ۷، ۸ ربیع کیلئے اور خانہ ۹ و ۱۰ خریف کی گرداوری کیلئے رکھے ہوئے ہیں۔ گرداوری

ربیع پر جو جنس نمبر زیر گرداوری میں کاشت ہوتی ہوگی یا جو کچھ گرداوری کے موقعہ پر صورت ہوگی اس کا اندراج پٹواری خسرہ گرداوری کے خانہ ۷ میں کرے گا نام جنس کے ساتھ تعداد رقبہ اور حالتِ فصل بھی درج کی جاتی ہے۔ اگر رقبہ کی قسم میں کوئی تغیر نظر آئے تو اُس کا اندراج خانہ ۸ میں کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ اندراجات پٹواری موقع کی صورت دیکھ کر خود ہی کرتا ہے۔ زمیندار یا کاشتکار سے دریافت کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ قبضہ و کاشت اور لگان کے متعلق پٹواری زمیندار اور کاشتکار کے بیان کا محتاج ہے۔ اگر گذشتہ اندراج سے کچھ اختلاف زمیندار یا کاشتکار کے بیان سے پایا جائے تو نمبردار اور عام زمینداران حاضر موقع کی تصدیق و تائید کے بعد اس کا اندراج خسرہ گرداوری کے خانہ ۸ میں کرے گا اگر سابقہ اندراج بدستور قائم رکھنا ہو تو خانہ ۸ میں ایک کونہ سے دوسرے کونہ تک ایک ترچھا خط کھینچتا ہے جس کو محکمہ مال کی اصطلاح میں چار پارہ کہتے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ سابقہ اندراج بحال ہے، اسی طرح فصل خریف کی گرداوری پر خانہ ۹، ۱۰ کا اندراج کیا جاتا ہے۔

گرداوری کے اندراجات کو اچھی طرح ذہن نشین کرنے کے لئے نمونہ خسرہ گرداوری کو بغور دیکھ کر اُس کے خانہ جات ۷ لغایت ۱۰ کی خانہ پُری پر توجہ دو، جس کی تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

نمبر خسرہ ۱۔ پر جب ربیع کی گرداوری کیلئے پٹواری پہنچا تو اس نے دیکھا کہ اس نمبر میں جو ۵ مرلہ رقبہ بنجر قدیم تھا وہ نوتور ہو کر مزروعہ کے ساتھ شامل

ہوا ہے۔ پٹواری نے خانہ ۸ میں سرخی سے ۵ مرلہ نوتور لکھا۔ جس رقبہ کے ساتھ یہ نوتور شامل ہوا ہے، اس کی قسم آبی اوّل ہے۔ اس لئے نوتور کی قسم بھی وہی لکھی گئی۔ قبضہ و کاشت میں کوئی مزید تبدیلی نہیں پائی گئی۔ گویا باقی اندراجات بدستور ہیں۔ گرداوری ربیع کے وقت اِس نمبر میں شالی پودہ سبزہ کی صورت میں پانی میں لہلہاتا ہوا نظر آیا۔ خانہ جنس میں جنس کا نام درج نہیں ہوسکتا کیونکہ جنس کا نام اس وقت لکھا جائے گا جب فصل پختہ ہو، ساتھ ہی رقبہ آمدہ زیر جنس کو خالی بھی نہیں لکھا جاسکتا کیونکہ خالی وہ رقبہ تصور ہوتا ہے جس میں ابھی تک ہل نہیں چلایا گیا ہو پس ایسے رقبہ کیلئے لفظ ترودی استعمال ہوتا ہے۔ ترودی کے اصطلاح معنی یہی ہیں کہ رقبہ میں ہل چلایا گیا ہے یا زیر کاشت لایا گیا ہے۔ اس لئے خانہ ۸ (خانہ جنس) میں ترودی لکھا گیا۔

گرداوری کے خانہ جنس میں فصل کے ساتھ مقدار رقبہ بھی ہندسوں میں لکھی جاتی ہے۔ کسرات کا اندراج پاؤ۔ آدھا، پونا، کے حساب سے کیا جائے گا۔ ۵ مرلہ کا ایک پاؤ (_) ۱۰ مرلہ آدھا، ۱۵ مرلہ کا پونا، تصور ہوتا ہے۔ ضرورت کے وقت بعض جگہ ۳ مرلہ کا ایک پاؤ مجرا لیا جاتا ہے بعض جگہ دو مرلے چھوڑ دئے جاتے ہیں جہاں صرف ۲/مرلہ ہی رقبہ ہوگا اور وہ چھوڑنے ہوں گے تو وہاں جنس یا قسم کے ساتھ یہ علامت (x) ہوگی۔ جیسا کہ نمبر خسرہ ۲ کے خانہ نمبر ۸، ۹ میں غیر ممکن کیلئے رکھا گیا ہے۔ نمبر خسرہ ۱ کا کل رقبہ یک ہے۔ خانہ جنس میں ڈیڑھ کنال (۱۰) لکھا گیا۔ گرداوری خریف پر فصل شالی بلا کسی نقصان کے پائی گئی۔

اس لئے دہائیں درج ہوا قبضہ و کاشت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔اس واسطے چار پارہ کا خط دیا گیا۔

نمبر خسرہ ۲ کو تمام شریک بالاتفاق کاشت کرتے تھے۔ ربیع کی گرداوری پر پٹوار کو معلوم ہوا کہ اب اِس نمبر کو صرف جمال شریک کھاتہ کاشت کرتا ہےاس لئے خانہ نمبر ۸ میں ''خود کاشت جمال حصہ دار'' لکھا گیا۔خریف کی گرداوری پر قبضہ و کاشت میں کوئی تغیر پایا نہیں گیا۔اس لئے چار پارہ دیا گیا، باقی اندراجات خانہ ۷، ۹ کا اندراج بشرح نمبر خسرہ ۱ ہیں۔

نمبر خسرہ ۴ میں گندم کاشت ہوئی ہے،فصل پختہ اور بلانقص پائی گئی، اس لئے صرف لفظ گندم لکھا گیا۔خریف کی گرداوری پر رقبہ سفید پڑا ہوا تھا اس لئے خالی دکھایا گیا۔

نمبر خسرہ ۵ کا رقبہ دو کنال ۵ مرلہ آبی اوّل ہے، ربیع کی گرداوری پر سب رقبہ میں شالی کاشت ہوئی تھی ،تر ودی لکھا گیا۔خریف کی گرداوری پر معلوم ہوا کہ نصف کے قریب دہائیں بوجہ رعے ضائع ہوا ہے،اسلئے ۱ کنال دہائیں پختہ اور ۱ کنال دہائیں خرابہ لکھا گیا۔

نمبر خسرہ ۶ کے رقبہ میں بروقت گرداوری ربیع فصل کاشت نہیں ہوئی تھی اور نہ ہل چلایا گیا تھا اس لئے ربیع میں سرف خالی لکھا گیا۔خریف کی گرداوری پر اس میں فصل چینا پائی گئی وہی درج ہو۔معلوم ہوتا ہے کہ یہ رقبہ ربیع کی گرداوری کے بعد زیر کاشت لایا گیا ہے۔

نمبر خسرہ ۷ غیر ممکن سڑک ہے۔ ربیع کی گرداوری کے وقت موقعہ پر پایا گیا کہ جمال شیخ نے سڑک میں سے ۵ مرلہ رقبہ بذریعہ نوتور کر کے اس میں شالی کاشت کی ہے۔ اس لئے خانہ ۷ وخانہ ۸ میں نوتور کا عمل درآمد کیا گیا۔ ربیع میں ترودی اور خریف میں دہائیں درج ہوا۔ ٦٧

نمبر خسرہ ۸ کی کیفیت بشرح نمبر خسرہ ٦ ہے

نمبر خسرہ ۹ کو پہلے زمیندار خود کاشت کرتا تھا۔ ربیع کی گرداوری پر زیر کاشت صمد کاشتکار غیر مستقل پایا گیا۔ اس لئے خانہ نمبر ۸ میں وہی اندراج ہوا۔ گرداوری خریف میں دکھایا گیا۔ کہ مکی کی فصل اس نمبر کے صرف دو حصوں میں لگ چکی ہے۔ تیسرے حصہ میں صرف گھاس کے چھوٹے چھوٹے پودے موجود ہیں جن سے فصل نہیں ہوئی ہے۔ اسلئے خانہ ۹ میں مکی پختہ ایک کنال (ا) اور مکی خرابہ ۱۰ مرلہ (بم) درج کیا گیا۔

نمبر خسرہ ۱۰ کو پٹواری نے ربع پر سفید پایا اس میں ہل نہیں چلایا گیا تھا چونکہ یہ نمبر دو سال سے خالی پڑا رہنے کی وجہ سے چار متواتر گرداوریوں میں خالی لکھا گیا ہے۔ اس لئے خانہ ۸ میں بنجر جدید لکھ کر اس کے نیچے رقبہ لکھا گیا تا کہ معلوم ہو جائے کہ اس نمبر کا کتنا رقبہ بنجر جدید بنا ہے خانہ نمبر ۷، ۹ میں بھی بنجر جدید درج ہوا۔

نمبر خسرہ ۱۱، ۱۳ کی کیفیت بشرح نمبر خسرہ ٦ ہے۔

نمبر خسرہ ۱۲ کا رقبہ ملیاری ہے۔ ربیع پر اس میں سبز ترکاری اور خریف پر

تما کو پایا گیا، اس لئے خانہ ۹،۷ میں وہی اندراج ہوا۔

نمبر خسرہ ۱۴/۱ کوہل کے کنارے پر واقع ہے گرداوری ربیع پر معلوم ہوا کہ کوہل کے چڑھاؤ اور سیلاب کی وجہ سے ۴ مرلہ رقبہ مزروعہ نمبر خسرہ ہذا سے شامل کوہل ہوا ہے، اس لئے خانہ ۸ میں غیر ممکن کوہل ۴ مرلہ لکھ کر خانہ ۷ میں بھی اس کا اندراج ہوا۔ باقی رقبہ ربیع میں زیر فصل جو اور خریف میں خالی لکھا گیا۔

نمبر خسرہ ۱۵/۱ شاملات محفوظ کا ہچرائی ہے۔ دونوں گرداوریوں پر اس میں کوئی تغیر نظر نہیں آیا، اس لئے بدستور رہا۔

اجناس فصل ربیع:۔

فصل ربیع کی اجناس حسب ذیل ہیں:۔

گندم، جو، مٹر، پیاز، السی، نخود، تمباکو، سرشف، سرسوں، تل گوگلو، گشنیز، یا دھنیا وغیرہ وغیرہ۔

اجناس فصل خریف:۔

اجناس فصل خریف حسب ذیل ہیں:

دہائیں (شالی) مکی، مسور، کلتھ، لوبیا، موٹھی، سبز ترکاری، تمباکو، شلغم، تل، مونگ، کپاس وغیرہ وغیرہ۔

موسم گرداوری:۔

گرداوری کرنے کے لئے وہ ایام مخصوص کئے گئے ہیں، جب زیر گرداوری فصلیں پختہ ہوئے ہوں اور پٹواری کو پیداوار اور فصل کے متعلق صحیح اور قطعی رائے قایم کرنے کا موقع ملے۔ اور وہ خسرہ گرداوری میں اندراج کر سکے کہ آیا فصل پختہ ہے۔ یا خراب، اور کس قدر رقبہ خالی رہا ہے۔ پٹواری کو ہر گرداوری کے موقعہ پر ہر ایک نمبر پر پہنچ کر اس کا ملاحظہ کرتا ہے۔ چاہے اس نمبر میں جنس کاشت ہوئی ہو یا دوسرے فصل کے انتظار میں غیر آباد پڑا ہوا ہو۔ گویا پٹواری کو گاؤں کے ہر ایک نمبر پر سال بھر میں دو دفعہ پہنچنا ضروری ہے۔

اندراج خرابہ:۔

دورانِ گرداوری میں اگر کوئی ایسا نمبر آئے جس میں جنس تو کاشت ہوئی ہے مگر پختہ ہو جانے سے پیشتر سالم کھیت یا کھیت کے کسی حصہ کی فصل بوجہ رعے یا بوجہ ناقص رقبہ ہونے کے سڑ گئی ہے یا خام رہ گئی ہے اور اس کے پختہ ہونے کا وقت گذر چکا ہے یا بوجہ کسی ارضی یا سماوی آفت مثلاً ژالہ باری، سیلاب، کثرت بارش، بیوقت، برف باری، فصل برباد ہو جائے یا تخم ہی زمین میں ضائع ہو جائے تو ایسی تمام صورتوں میں پٹواری اس رقبہ کو نہ تو خالی لکھ سکتا ہے اور نہ فصل کو خام یا ناقص بلکہ گرداوری کے خانہ اجناس میں نام جنس خراب شدہ کے ساتھ لفظ خرابہ لکھ کر تعداد رقبہ درج کریگا۔ اگر کھیت کے جزوی رقبہ کو

نقصان پہنچا ہوگا۔تو اتناہی رقبہ خرابہ لکھا جائیگا مثال کیلئے دیکھو خسرہ گرداوری کے ۵،۹ کے خانہ ۹ کا اندراج ہے۔

اندراجات گرداوری کے متعلق پٹواری کے اختیارات:۔

ایام گرداوری میں پٹواری کو خسرہ گرداوری کے خانہ ہائے تغیرات (خانہ ۷ تا ۱۰) کے اندراجات کے اختیارات حاصل ہیں جو کچھ قبضہ و کاشت و اقسام و اجناس کے متعلق اس کو معلوم ہو جائے۔اس کا اندراج وہ موقع پر ہی بلاحک و شک خسرہ گرداوری میں کرسکتا ہے مگر وہ اپنے ہاتھ سے لکھے ہوئے اندراجات کو بعد میں تبدیل کرنے کا مجاز نہیں۔ یہاں تک کہ اگر پٹواری نے موقع پر سابق قبضہ و کاشت کو بحال رکھتے ہوئے خانہ جات ۸ یا ۱۰ میں چار پارہ دیا ہوگا اور بعد میں وہ اس خانہ میں کچھ اور لکھنا چاہے تو وہ خود بخود چار پارہ کاٹ کر جدید اندراج نہیں کرسکتا۔ ایسی صورت میں پٹواری یہ معاملہ پرتال کے وقت افسر پرتال کنندہ کی نوٹس میں لائیگا۔افسر پرتال کنندہ اطمینان کے بعد اپنی قلم سے چار پارہ کو کاٹ کر جدید اندراج کر کے اس کے نیچے اپنا دستخط ثبت کرے گا۔غرض پٹواری موقع پر کیئے ہوئے اندراج کو بعد میں تبدیل نہیں کرسکتا۔صرف افسران مال پرتال کے دوران میں بشرط ضرورت اس میں ترمیم کرسکتے ہیں۔

گرداوری پر زمینداروں اور کاشتکاروں کی حاضری:۔

سرکاری حکم ہے کہ گرداوری پر ہر ایک زمیندار اور کاشتکار پٹواری کے سامنے موقع پر حاضر رہے اور اپنے روبرو اپنے رقبہ جات کی گرداوری کا اندراج کرائے۔ تاکہ صحیح اندراج ہوکر بعد میں اس پر کوئی تنازعہ یا اختلاف پیدا نہ ہو۔ کیونکہ گرداوری کے غلط اندراجات پر بڑے بڑے تنازعات بپا ہو جاتے ہیں۔ مثلاً ایک کاشتکار کسی زمیندار کا رقبہ عرصہ دراز سے مسلسل کاشت کر رہا ہے۔ اور اس کو عنقریب اس رقبہ کے لئے حق مستقلی ملنے کی اُمید ہے۔ لیکن گرداوری پر کاشتکار حاضر نہ ہوا۔ زمیندار نے خود غرضی سے یا کسی دوسرے شخص نے بے خبری یا مغالطہ سے ظاہر کیا۔ کہ کاشتکار نے کاشت ترک کر دیا ہے زمیندار رقبہ کو خود کاشت کرتا ہے۔ پٹواری نے اسی کے مطابق اندراج کیا۔ سال یا دو سال کے بعد پٹواری کو معلوم ہوا کہ رقبہ کاشتکار کے ہی زیر کاشت ہے۔ اس نے پھر اس کی کاشت لکھی۔ کچھ عرصہ کے بعد جب کاشتکار دعویٰ حق کاشت مستقلی عدالت میں پیش کرے تو اس کا سلسلہ کاشت منقطع ہونے کی وجہ سے وہ کامیاب نہیں ہوسکتا۔ نتیجہ سوائے خرابی فریقین کے اور کچھ نہیں ہوگا۔ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک زمیندار نے کسی قدر رقبہ کسی کاشتکار کو کاشت کیلئے دیا۔ فصل کاٹنے کے بعد زمیندار کو کاشتکار نے مقررہ لگان نہیں ملا۔ اب وہ عدالتِ مال میں دعویٰ دائر کر کے کاشتکار سے اپنا حق لینا چاہتا ہے مگر گرداوری پر کسی وجہ سے

کاشتکار کی کاشت درج نہیں ہے۔اس لئے دعویٰ نا قابل رفتار ہے۔نتیجہ جو کچھ ہوگا وہ ظاہر ہے۔ غرض گرداوری کے غلط اندراجات سے ایسے سینکڑوں تنازعات پیدا ہونے کا امکان ہے۔علاوہ اس کے اکثر ارضی وسماوی آفات سے رقبہ اور فصل کو کئی قسم کے نقصانات پہنچتے ہیں۔رقبہ دریا برد ہو جاتا ہے یا اس پر پسی گرتی ہے یا آبی رقبہ کی کوہل کا بند ٹوٹ جا ہے۔ژالہ باری سیلاب،آندھی، رعے، یا کسی بیماری سے فصل کو نقصان پہنچتا ہے۔زمینداریاں کاشتکار موقع پر نشان دہی کر کے پٹواری سے ان تمام حادثات کا انداج کاغذات گرداوری میں کرا سکتا ہے۔یادر ہے مالیہ اراضی کمی بیشی یعنی چڑھاؤ اتار (منہای یا ایزادی جمع) وغیرہ کا دارومدار صرف گرداوری کے اندراجات پر منحصر ہے۔رقبہ جات کے تمام مقدمات یعنی خسرہ گرداوری بطور شہادت پیش کیا جاتا ہے اس کے اندراجات کی گواہی نہایت مقبر اور نا قابلِ تردید تصور کی جاتی ہے اس لئے ہر زمیندار اور ہر کاشتکار کو لازم ہے کہ نہایت دلچسپی اور تن دہی سے بوقت گرداوری پٹواری کیساتھ ساتھ رہ کر اپنی حاضری میں اپنے رقبہ جات کا اندراجات کرایا کرے اور اس ے باخبر رہے۔

روزنامچہ واقعات میں گرداوری کے تغیرات کا اندراج:۔

ہر روز گرداوری شروع کرنے پر پٹواری خسرہ گرداوری میں شروع کے نمبر پر تاریخ گرداوری درج کرتا ہے اور اس تاریخ کے گرداوری شدہ

نمبرات کے تمام تغیرات قبضہ و کاشت کے اندراج نمبروار روزنامچۂ واقعات میں اسی تاریخ کے تحت درج کرتا ہے یہ کاروائی صرف گرداوری کے خانہ جات تغیرات کے اندراجات کو محفوظ رکھے اور بعد کی دستبرد سے بچانے کی خاطر کی جاتی ہے۔

میزانات گرداوری و گوشوارہ جنس واراور لال کتاب:۔

جن جن نمبرات کی گرداوری پٹواری روزانہ ختم کرتا ہے! ان کے اجناس کی قسم وار میزان خسرہ گرداوری کے ہر صفحہ کے نیچے ساتھ ساتھ درج کرتا ہے۔کل گاؤں کی گرداوری ختم کر کے قسم وار اجناس کی میزان خسرہ گرداوری کے آخری صفحہ پر درج کر کے ایک علیٰحدہ گوشوارہ جنس وار تیار کرتا ہے اور اسکی نقل رجسٹر لال کتاب میں درج کر کے تحصیل میں بھیج دیتا ہے۔ اس غرض کے واسطے پٹواری کے پاس ہر ایک گاؤں کیلئے جدا جدا لال کتاب موجود رہتی ہے۔ لال کتاب میں صرف گاؤں کے نقشہ جات زراعت فصل وار، سال وار، چہارسالہ، بندوبست وار، درج رہتے ہیں۔ تحصیل کے دفتر میں بھی ہر ایک گاؤں کیلئے ایک ایک لال کتاب موجود رہتی ہے۔ ہر ایک گاؤں کی گرداوری کی میزان (گوشوارہ جنسوار) جسطرح پٹواری اپنی لال کتاب میں درج کرتا ہے۔ اسی طرح تحصیل کی لال کتاب میں درج کیا جاتا ہے پٹواری کی لال کتاب اور تحصیل کی لال کتاب کے اندراجات میں بالکل مطابقت ہوتی ہے گوشوارہ

جنسوار دیہہ وار کلیات (دیہات تحصیل کیلئے) تحصیل میں تیار ہوکر وزارت میں جاتا ہے۔ وزارت میں کل تحصیل ہائے وزارت کی کلیات بنجاتی ہے پھر گورنری میں ایک صوبہ وار کلیات جنسوار تیار ہوکر محکمہ مشیر مالی میں جاتی ہے اور وہاں تمام ریاست جموں وکشمیر کی ایک کلیات قسم وار وجنس وار تیار ہوجاتی ہے اس سے پیداوار کا اندازہ لگ جاتا ہے کہ آیا کس کس فصل میں اظافہ یا کمی ہے۔

✦✦✦

جمعبندی

کاغذات پٹوار میں ایک رجسٹر جمعبندی ہوتا ہے جمعبندی تمام کاغذات پٹوار میں زیادہ معتبر اور مکمل کتاب تصور کی جاتی ہے تمام کاغذات کا دار مدار اسی پر ہے خسرہ گرداوری کے تذکرہ میں بیان ہو چکا ہے کہ گرداوری پر گاؤں کے نمبرات کا اندراج مسلسل ہوتا ہے۔ کھیوٹ وار نہیں ہوتا کیوں کہ ایک کھیوٹ دار کے نمبرات گاؤں کے مختلف مقامات پر ہو سکتے ہیں جو نمبر رواں کے سلسلہ میں اپنی اپنی جگہ پر آتے جاتے ہیں۔ بخلاف اس کے جمعبندی میں ایک شخص یا چند اشخاص کی مشترکہ حقیت کے تمام نمبر مع مفصل کیفیت وتشریح و تعداد کل جمع کے درج ہوتی ہے اور معلوم ہوسکتا ہے کہ گاؤں میں ایک شخص کے نام پر کسقدر حقیت ہے یہ رجسٹر ایک چھاب شدہ فارم کی صورت میں ہوتا ہے۔

جمعبندی درختاں:۔

گاؤں کی پیمائش کے وقت ثمر دار اور بے ثمر درختوں کا شمار نمبر وار و قسم وار کے ساتھ کیا جاتا ہے مگر مالیہ صرف ثمر دار درختوں پر ہی لگایا جاتا ہے جمعبندی اراضی کے ساتھ اخیر پر جمعبندی درختاں بھی ہوتی ہے جس میں اسامی وار نمبر وار بقید اقسام درختاں اور جمع درختاں کا اندراج ہوتا ہے۔ درختاں بے ثمر (خارج از جمع) کا اندراج اس جمعبندی پر نہیں ہوتا۔ اگر کوئی شخص دریافت کرنا

چاہیے کہ فلاں نمبر خسرہ میں کس قدر درختاں بے ثمر کس کے نام پر درج ہیں تو اسے محافظ خانہ بندوبست سے کاغذات پیمائش کی نقل کرنی ہوگی۔

شجرہ نسب یا نسب نامہ:۔

جمعبندی کے ساتھ گاؤں کے تمام کھیوٹ داروں کا نسب نامہ بھی ہوتا ہے۔ جو پہلے بندوبست کے وقت گزشتہ تین پشتوں تک بنا ہوا ہے۔ بعد میں جو سلسلہ نسب بڑھ گیا ہے اس کا اندراج عمل درآمد چہارسالہ جمعبندیوں اور بعد کے بندوبستوں پر کیا گیا ہے۔اسی طرح جو سلسلہ نسب آیندہ بڑھتا جاتا ہے اس کا اندراج بھی مذکورہ طریقہ سے کیا جاتا ہے۔

جمعبندی چہارسالہ:۔

چار چار سال کے بعد پٹواری ہر ایک گاؤں کی نئی جمعبندی تیار کرتا ہے جس کو جمعبندی چہارسالہ کہتے ہیں۔ یہ جمعبندی پٹواری موسم سرما میں بناتے ہیں۔ چہارسالہ جمعبندی گذشتہ جمعبندی کی ایک نقل ہوتی ہے۔فرق صرف اس قدر ہوتا ہے کہ گذشتہ چار سال میں جو کچھ تغیرات کسی حقیت کے قبضہ و کاشت میں بروئے گرداوری یا بروئے انتقالات ہوئے ہوں۔ ان کا عمل درآمد اس چہارسالہ جمعبندی میں کیا جاتا ہے۔اسی مقصد کے لئے یہ جمعبندی بنائی جاتی ہے اس جمعبندی کی دو کاپیاں بنائی جاتی ہیں۔ افسروں کی پڑتال کے بعد پٹواری اپنا دستخط کر کے افسراں نگراں کے دستخط جمعبندی کے ہر ایک صفحہ اور ہر

ایک کاغذ پر کراتا ہے۔اس کے بعد ایک کاپی دفترتحصیل میں داخل کی جاتی ہے اور فارم ہائے انتقالات تصدیق شدہ اس کے ساتھ شامل کئے جاتے ہیں۔ دوسری کاپی پٹواری حلقہ کے پاس رہتی ہے۔سابق جمعبند یاں بھی اسی طرح دفترتحصیل یا دفتر وزارت اور سرشتہ پٹوار میں موجود رہتی ہیں۔جمعبندی ابتدائی اور چہارسالہ جمعبندی کا سالم اندراج صاحب خوشخط بلامشکوکی ومحکوکی ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ پٹواری کے پاس ایک بندوبست سے دوسرے بندوبست تک کے کاغذات رہتے ہیں۔ نئے بندوبست پر گذشتہ بندوبست کے تمام کاغذاتِ پٹوار،محافظ خانہ میں داخل کئے جاتے ہیں۔

☆☆☆

انتقالات

پٹواری کے پاس ایک رجسٹر رجسٹر انتقالات رہتا ہے۔اس رجسٹر کے ذریعہ جمعبندی کے مستقل اندراجات میں بوقت ضرورت تغیر وتبدل کیا جاتا ہے اورایک شخص کی حقیت دوسرے کے نام منتقل ہوجاتی ہے۔اگرکوئی کھیوٹ داریا مزارعہ مستقل فوت ہوجائے تو پٹواری اس رجسٹر کے ایک حصہ میں متوفی کی حقیت کا اندراج جمعبندی کے مطابق کرکے دوسرے حصہ میں اس کے ورثا کا نام درج کردیتا ہے اور خانہ کیفیت میں بذریعہ رپورٹ واقعات کا اظہارکرتا ہے۔دورہ پرافسر مال (نائب تحصیلدار) یاتحصیلدار کھلے اجلاس اورگاؤں کے نمبرداروزمینداروں کی حاضری میں اسامی زیربحث کی فوتیدگی اوراس کے ورثا کے متعلق تحقیقات کرکے متوفی کے نام کے اخراج اور ورثا کے نام متوفی کی حقیت کےاندراج کاحکم رجسٹر انتقالات میں تحریرکرکے سنادیتا ہے۔یہ رجسٹرکو نٹرفائل ہوتا ہے۔یعنی اس کے دوصفحے ایک ہی پیشانی اورایک ہی اندراج کے ہوتے ہیں۔تصدیق کنندہ افسر دونوں صفحوں پراپنے قلم سے حکم تحریرکرتا ہے، پھر صفحہ دوئم چاک کرکے تحصیل کے دفتر میں محفوظ رکھا جاتا ہے۔جو بعد میں جمعبندی چہارسالہ کےساتھ ساتھ نتھی کیا جاتا ہے۔

دوسرا صفحہ انتقال اصل رجسٹر کے ساتھ پٹواری کے سرشتہ میں موجود

رہتا ہے ۔جمعبندی کے حسب ذیل اندراجات میں سوائے حکم انتقال پٹواری ایک نقطہ کے برابر تغیر وتبدل کرنے کا مجاز نہیں کیونکہ یہ مستقل اندراجات ہیں۔
نام مالک۔نام مزارعہ مستقل۔ولدیت۔قومیت۔سکونت۔حصص۔نمبر خسرہ۔ تعداد رقبہ۔جمع۔باقی غیر مستقل اندراجات میں پٹواری حلقہ بشرط ضرورت بہ دوران گرداوری تغیر وتبدل کرسکتا ہے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔
نام کاشتکار غیر مستقل۔وسائل آبپاشی۔اقسام اراضی۔

نام کھیت لگان مزارعہ غیر مستقل

رجسٹر انتقالات پر افسر تصدیق کنندہ کا حکم صاف۔بلا مشکوک ومحکوک لکھا ہوا ہوتا ہے۔اگر افسر تصدیق کنندہ کو حکم لکھنے کے بعد معلوم ہو جائے کہ اُس نے سہواً یا کسی اور وجہ سے انتقال پر غلط حکم تحریر کیا ہے تو وہ اپنی قلم سے اپنے حکم میں ترمیم کرنے یا تراش خراش کے ذریعہ درستی کرنے کا مجاز نہیں۔ایسی صورت میں وہ اس انتقال کیلئے نظر ثانی کی اجازت حاصل کر کے حسب ضرورت صحت کرسکتا ہے۔

انتقالات کئی قسم کے ہوتے ہیں۔مثلاً وراثت۔ہبہ۔بلوغت۔بیع صحت اندراج۔تقسیم۔بحکم عدالت وغیرہ وغیرہ۔

ڈھال باچھ

پٹواری کے پاس ایک رجسٹر ہوتا ہے جسکو رجسٹر ڈھال باچھ ہائے کہتے

ہیں۔ڈھال باچھ پر وہ تمام رقمیں دیہہ وار۔کھیوٹ واراوراقساط واردرج ہوتی ہیں۔جن کا داخل خزانہ سرکار کرایا جانا کسی معیاد مقررہ کے اندر لازمی ہوتا ہے۔ پٹواری حلقہ قسط کی معیاد شروع ہونے سے چند یوم پہلے ڈھالباچھ کی نقل نمبردارو دیہہ کو دیتا ہے جس فہرست کے ذریعہ کوئی رقم رعایا سے بصورت مالیہ یا ٹیکس وصول کر کے داخل خزانہ سرکار کیجا ئیگی۔ایسی ہر فہرست کو ڈھالباچھ کہتے ہیں۔

چولہ شماری و تنخواہ چوکیدار

دیہاتی چوکیداروں کی تنخواہ چھ روپے ماہوار یعنی بہتر (۷۲) روپے سالانہ ہوتی ہے۔ یہ رقم گاؤں کے باشندوں سے دو برابر قسطوں میں مالیہ خریف و ربیع کے ساتھ وصول ہوکر داخل خزانہ سرکار کیجاتی ہے۔تحصیل سے چوکیداروں کو ہر سہہ ماہی پر ۱۵ روپے (بحساب ۵ روپے ماہوار) بطور تنخواہ دئے جاتے ہیں۔ایک روپیہ ماہوار بطور وردی فنڈ وضع ہوتا ہے۔ایک ایک چوکیدار کی زیرنگرانی ایک سو سے دوسو تک چولہ جات ہوتے ہیں۔چوکیدار فنڈ پر ایک چولہ سے بحساب کم از بارہ آنہ اور ہر ایک دوکان سے کم از ڈیڑھ روپیہ سالانہ وصول کیا جاتا ہے۔اس غرض کیلئے محکمہ مال نے ایک دفعہ چولہ جات کا باضابطہ شمار کرا کر تنخواہ چوکیداری کا دیہہ وار باچھ مکمل کرادیا ہے۔پرچہ میں بلحاظ تعداد چولہ جات کی کمی وبیشی ہے۔تنخواہ چوکیداری کی باچھ بھی پٹواری ہر ایک قسط پر نمبروار دیہہ کو دیتا ہے۔اگر کسی گاؤں کے باشندگان جدید شمار پر چوکیدار فنڈ

وصول کرنا چاہتے ہوں تو وہ چولوں کی جدید فہرست مرتب کر کے پٹواری سے تنخواہ چوکیداری کی رقم باچھ کرائیں گے۔

پرچہ رسید بہی

بندوبست کے خاتمہ پر اعلان جمع کے بعد ہر ایک کھیوٹ دار کو ایک چھوٹی سی مجلد کتاب سرکاری طور پر مل جاتی ہے جس کو رسید بہی کہتے ہیں۔ پرچہ رسید بہی پر جمعبندی کی نقل مفصل درج ہوتی ہے اس کے علاوہ کل مالیہ واجب الادا کی دونوں قسطوں (قسط خریف وقسط ربیع) کی رقمیں جُدا جدا خانوں میں درج ہوتی ہیں۔ تاکہ کھیوٹ دار کو معلوم رہے کہ اسکو کس قسط پر کتنی رقم ادا کرنی ہے اس کے بعد بہت سے خالی صفحے اس غرض کیلئے شامل رکھے گئے ہیں کہ جس وقت کھیوٹ دار نمبردار کے پاس مالیہ داخل کریگا تو خانہ مقررہ میں رقم ادا شدہ کا اندراج بقید تاریخ داخلہ کرا کر نمبر دار اور پٹواری کے العبد بطور رسید ثبت کرائے۔ کھیوٹ دار کو لازم ہے کہ وہ مالیہ ادا کرتے ہی پرچہ رسید بہی کا اندراج کرائے۔ یہی رقم کی رسید ہے۔ نمبر دار سے ایک علحٰیدہ کاغذ پر رسید حاصل کرنے کی صورت میں رسید کے ضائع ہوجانیگا اکثر احتمال رہتا ہے۔

کاغذات پٹواری کی نقل حاصل کرنیکا دستور

ہر ایک کھیوٹ دار کو یہ حق حاصل ہے کہ تحریری درخواست دینے کے بغیر صرف زبانی استدعا پر سرشتہ پٹوار کے ہر ایک کاغذ کی نقل (جس کو عام طور پر

انتخاب کہتے ہیں) پٹواری حلقہ سے اجرت ضابطہ ادا کر کے حاصل کرے۔ اجرت فی کھاتہ دو آنے اور فی نمبر خسرہ ایک آنہ مقرر ہے۔ پٹواری کا فرض ہے کہ وہ کھیوٹ دار کی زبانی استدعا پر پرائیویٹ وقت میں حسب مدعا نقل مرتب کر کے باخذ اجرت واجبی دیدے غیر کھیوٹ دار کیلئے ضروری ہے کہ وہ کاغذات پٹوار کی نقل حاصل کرنے کے لئے پٹواری کے نام تحصیل کا حکم لائے۔

حلقہ پٹوار

چند دیہات کیلئے ایک پٹواری مقرر ہوتا ہے جس کو حلقہ پٹوار کہتے ہیں۔ حلقہ جات پٹوار کی تقسیم بالحاظ نمبرات خسرہ ہوتی ہے عام طور پر کشمیر میں ۳۰۰۰ ہزار سے ۵۰۰۰ ہزار تک کے نمبرات کا ایک پٹوار ہوتا ہے۔ پٹواری کا صدر مقام دیہات حلقہ کے بڑے اور عموماً درمیان کے گاؤں میں مقرر ہوتا ہے۔

✦✦✦

حصہ سوئم

پٹواریان محکمہ بندوبست کشمیر کی پُر درد فریاد

(قابل توجہ عالی جناب رام چندر صاحب سٹلمینٹ آفیسر کشمیر و صاحب بہادر کمشنر صاحب ریاست جموں و کشمیر)۔

محکمہ بندوبست ایک ایسا محکمہ ہے جس سے تقریباً تمام لوگ آشنا ہیں۔ منصب تعریف کا محتاج نہیں ہے، کوئی گورنمنٹ کسی کسی نو آبادی کے حاصل کرنے کی خواہش کرتی ہے تو سب سے پہلے صیغہ ملٹری کی طاقت کو وہاں استعمال کرنا پڑتا ہے جس سے وہ نو آبادی حاصل ہوتی ہے لیکن صیغہ ملٹری کی جانکاہ کوشش جب ہی بار آور ہو سکتی ہے جبکہ اس نو آبادی کے نظم و نسق و ترتیب مال گذاری کا انتظام بوجہ احسن انجام ہو۔ اس کام کو سرانجام دینے کے لئے ایک ہی محکمۂ سول یا بالفاظ دیگر محکمہ بندوبست ہے جو کہ صیغہ ملٹری کے پائے ہوئے باغ کو بار آور کر کے خزانہ شاہی کو مالا مال کر دیتا ہے۔ پس بدیں لحاظ یہ دونوں صیغہ جات گورنمنٹ کے لئے لازم و ملزوم یہ دونوں صیغوں کی زندگی اور توقیر شاہی زندگی اور شاہی توقیر ہے۔

ہر ایک شخص جانتا ہے کہ صیغہ ملٹری کی بنیاد ایک بہادر اور جاں نثار

سپاہی کی جان پر قائم ہے جو اپنے خون سے سلطنت کی آبپاشی کر کے اسے تروتازہ رکھتا ہے اس طرح محکمہ بندوبست کا وجود ایک محنت کش اور باہنر پٹواری کی ضیعف بحالی پر استوار ہے جو اپنی طاقت اور قوت بصارت سے خزانہ شاہی کو ہمیشہ مالا مال رکھتا ہے۔لوہے کی زنجیر سے تمام کرو براور کوہ بیاباں کو ناپ کر کاغذ کے سانچے میں ڈھال دیتا ہے جس کے دیکھنے میں عقد فلاطوں اور مدار ارسطو رہے۔اس جوانمرد کا دماغ نہ ہار کی نا قابلِ برداست گرمی سے چکراتا ہے اور ہی ساون کی موسلادھار بارش سے گھبراتا ہے۔اور نہ ہی دن بھر پانی میں رہنے سے اسے عار ہے اور نہ سر بفلک پہاڑ پر چڑھنے سے اسکا جی کتراتا ہے گویا اپنے گاڑھے پسینے کے ماحاصل سے خزانہ سلطنت کو پر کر دیتا ہے۔

مگر اب یہ دیکھنا ہے کہ ان فدایان سلطنت (سپاہی، پٹواری کی قدرو منزلت گورنمنٹ اور اراکین سلطنت کی آنکھوں میں کہاں تک ہے اور اس جانبازی اور جانفشانی کا معاوضہ انہیں کیا ملتا ہے چونکہ سپاہی کے قدر حقوق سے سب لوگ آگاہ ہیں گورنمنٹ ان کے ایثار کی واجبی قدر کرتی ہے۔اس لئے یہ بات محتاج وضاحت نہیں ہے اور افسوس ہے کہ پٹواری کے حقوق کمالِ بے رحمی سے پامال اور نظر انداز کئے جاتے ہیں اور یہ جانثار گورنمنٹ اور ارباب حل وعقد کی آنکھوں سے نہایت ذلالت سے گرا ہوا ہے جن حالات کو سن کر ایک منصف مزاج انگشت بدنداں رہ جاتا ہے۔ویلی کشمیر میں پٹواریاں مال کے تین درجے (درجہ اوّل ۱۲، درجہ دویم ۱۰، درجہ سویم ۸) مقرر ہیں اور پٹواریاں بندوبست

(شجر کلشاں) کا کوئی درجہ مقرر نہیں ہے۔ یہ عہدہ دونوں لائنوں میں پنشنز نہیں ہے اور نہ ہی رخصت اتفاقیہ، رعایتی، عارضی یا تنخواہ کا کوئی حق حاصل ہے باوجود یہ کہ اگر ان کو مشکل سے مشکل صدمہ پیش آجائے تمام عمر میں ذرہ و جود نقاط کے حساب و شمار میں آنکھوں کی بصارت صرف کر کے یہ نا قابل کام ہو جاتے ہیں اور حواس خمسہ و قوائی جسمانی انہیں جواب دے جاتے ہیں تو معمولی انعام دیکر (جس کی تعداد سو روپیہ تک ہوتی ہے) ان ضعیف العمروں کو ہمیشہ کے لئے رخصت کیا جاتا ہے جس سے ان ناتوانوں کی زندگی کے پسماندہ ایاّم کسمپرسی کے ورطہ میں پڑ کر ان کے لئے وبال ہوتے ہیں اور انہیں تمام عمر عہد شباب سالانی خدمات پر صرف کر کے دم واپسیں پر ضرور دوسروں کا دست نگر اور محتاج رہنا پڑتا ہے۔ کون ہے جو اس وقت ان کی ناگفتہ بہہ اور پیری کی حالت پر رحم کرے۔ بروقت اعلانی صاحب بہادر مہتمم بندوبست حلقہ بندی پیش ہونے پر حلقہ پٹوار کے درجے مقرر فرماتے ہیں۔ شروع میں جو پٹواری مال جس درجہ پر مقرر ہوتا ہے تمام عمر اسے دوسرے دجہ تک ترقی نصیب نہیں ہوتی۔ مثلاً ایک پٹواری درجہ سوئم پر بھرتی ہوا اور وہ دوسرے ہمشان یا درجہ اوّل پٹواریان سے اعلیٰ لیاقت رکھتا ہے اور ان کے مقابلے میں کام بھی زیادہ اور اچھا کر سکتا ہے تو یہ درجہ دویم یا اوّل تک ترقی نہیں کر سکتا۔ اگر وہ ترقی کی کوشش کرے بھی تو جواب صرف دو حرفی ملتا ہے، کہ گنجائش نہیں ہے"۔ یہ بھی ناممکن ہے کہ ایک پٹواری مال اپنی لائن میں باوجود اعلیٰ قابلیت رکھنے کے تمام عمر عہدہ پٹواری سے ترقی

کر کے کسی اعلیٰ عہدے پر پہنچے بلکہ ایسی مثال ویلی کشمیر میں بہت کم نظر آتی ہے۔ جو گرداور یا نائب تحصیلدار وقتاً فوقتاً اسپر مقرر ہوتے ہیں۔ وہ اکثر مادرزاد گرداور یا مادرزاد نائب تحصیلدار ہوا کرتے ہیں۔

شاید کسی غیر متعلق صاحب کے دل میں یہ خیال پیدا ہو جائے کہ ممکن ہے پٹواری ویلی کشمیر میں کوئی ایسی قابلیت نہ رکھتا ہو، جو اسے اعلیٰ منزل پر پہنچائے اور یہ خیال محض بے بنیاد ہے اور مقام غور ہے کہ کیا ویلی کشمیر کے چار پانچ سو پٹواریاں میں ایک بھی ایسا متنفس نہ ہوگا جو تقری کی لیاقت رکھتا ہو بلکہ میں بلا خوف وتر دید دعویٰ سے کہتا ہوں کہ اس وقت بھی اکثر ایسے پٹواری موجود ہیں جو اپنے نگراں افسران سے بھی بدرجہ اچھی لیاقت رکھتے ہیں جیسا کہ بعض اوقات ایسا ثابت ہوا ہے۔ مگر کوئی انکو پوچھتا بھی نہیں۔

پٹواریاں بندوبست (شجرہ کش) کی تنخواہ بندوبست کشمیر میں بارہ روپے کے اندر اندر ہے۔ صرف چند خاص آدمیوں کی تنخواہ تیرہ، چودہ، پندرہ تک ہے۔ اور وہ بھی وہ لوگ ہیں جن کی ملازمت دس سال سے زیادہ ہے۔ اوّل تو یہاں سروس کا کچھ خیال ہی نہیں۔ ایک شخص پانچ سال سے کام کر رہا ہے۔ آفیسران اس کی کارکردگی سے بخوبی واقف ہیں اور اس کی تنخواہ آٹھ روپے سے نو روپے نہیں ہوتی بخلاف اس کے ایک اجنبی شخص آج بھرتی ہو کر آموخت کام پر لگایا جاتا ہے اور ایک ماہ کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تنخواہ پہلے سے ہی دس روپے مقرر ہوتی ہے۔

کچھ عرصے سے پٹواریاں بندوبست کی ابتدائی تنخواہ چھ روپے مقرر کی گئی ہے، چنانچہ اکثر پٹواریاں کی تقرری اسی شرح سے ہوتی ہے۔ امید نہیں ہے کہ سال ہا سال تک انہیں چھ سے سات تک نصیب ہوں۔ اگرچہ ہر ایک محکمہ کا یہ اصول ہے کہ عہدہ دار کو بھرتی ہونے کے روز سے اس پوسٹ کی سالم تنخواہ نہیں دی جاتی جس پر اس کی بھرتی کی جاتی ہے اور مقرر کردہ سالوار ترقی کے حساب سے وہ عہدہ دار معیاد مقررہ کے ہونے کے بعد اس پوسٹ کی سالم تنخواہ پر پہنچ جاتا ہے مگر محکمہ بندوبست کا رول اس سے نرالا ہے یا اگر محکمہ ھذا میں ایسا رول جاری ہے تو اس سے اعلیٰ عہدہ دار ہی مستفید ہو سکتے ہیں، پٹواری اس سے قطعی محروم و بے بہرہ ہیں۔

بجائے غور و مقام انصاف ہے۔ ایک شخص نے دس سال صرف کر کے تعلیم حاصل کی اور بعد میں وہ بخواہش ملازمت محکمہ بندوبست میں آیا۔ یہاں ہزار مشکلات سے اس کا نام بندہ امیدواران میں درج ہوا اور اسے دو سال بلا تنخواہ آموخت کام پیمائش پر رہنا پڑا۔ اس عرصہ کی جدو جہد کے بعد جب خدا خدا کر کے اسکی تقرری ہوتی تو چھ روپے ماہوار! بقول استاد ؂

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
تو چیرا تو ایک قطرہ خون کا نکلا

ایک ہٹا کٹا جاہل آدمی بعد حصول کسب و ہنر گھر سے نکل کر کسی بڑے کارخانے میں جاتا ہے، وہاں اسے ضرور چار آنے بلکہ بعض اوقات پانچ آنے روزانہ مزدوری ملتی ہے۔ ایسی صورت میں یہ ان پڑھ مزدور اس بارہ سالہ تعلیم یافتہ سے بدر جہا اچھا رہا جس کی عمر کا ایک چوتھائی حصہ حصول علم پر ضائع ہو کر تین آنے روزانہ ملتے ہیں۔

ممکن ہے اس موقع پر یہ اعتراض پیش ہوگا کہ ملازمت سرکاری اور علم مزدوری میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ملازمت میں عزت ہوتی ہے، مزدوری بے عزتی کا کام ہے۔ اگرچہ یہ اعتراض درست ہے مگر معترض کو چاہئے کہ وہ کسی وقت فیلڈ ورک پر جا کر ایک پٹواری کے کام کا مشاہدہ کرے جبکہ پانی ہونے کی صورت میں پٹواری لنگوٹی باندھ کر پانی میں کام کرتا ہوگا یا گرمی دھوپ میں ادھر سے ادھر دوڑتا بھاگتا ہوگا یا ایک سلامی دار پہاڑ پر گھاس کا پولہ پاؤں میں پہن کر ایک قوی ہیکل مزدور کی طرح چڑھتا اور اترتا ہوگا تو خود معلوم ہوگا کہ پٹواری اور مزدور میں کیا فرق ہے۔ عام مزدور دن بھر کی کوفت و ماند کا معاوضہ لے کر شام کو اپنے گھر اپنے آرام گاہ پر چلا جاتا ہے اور اپنے اہل و عیال میں بیٹھ کر ادھر اُدھر کی باتوں سے غم غلط کرتا ہے۔ بقول کسی کے ؎

گدارا چو حاصل شعر و نان شام
چناں خوش بخشید سلطانی شام

بخلاف اس کے سیٹلمنٹ قلی (پٹواری) سالم دن کی بھاگ دوڑ کے بعد جب شام کو ڈیرے پر پہنچتا ہے تو اسے دن بھر کے ہوئے کام کے اندراج کا فکر دامن گیر ہوتا ہے۔ آٹھ بجے شام تک دو تین آدمی باشندگان دیہہ اس کے دائیں بائیں بیٹھ کر مصاحبت کا کام دیتے ہیں۔ بعد میں یہ مسافر اکیلا ہی آدھی آدھی رات تک بلا مونس و ھمراز کام کرتا رہتا ہے۔ اس تنہائی میں شمع جانگداز کے علاوہ اس مسافر کے جو مونس و ہمراز ہوتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

خوف افسراں، غم عیاں، وحشت رعایا
غم و محنت و وحشت و یاس و خرماں
ہمارے یہی ہیں مہرباں کیسے کیسے

علی الصباح یہی فولاد تن مزدور سب لوگوں سے پہلے اپنے منصبی کام پر کمر بستہ ہو جاتا ہے۔ یہ حال ایام بہار کا ہے جبکہ یہ فیلڈ ورک پر تعینات ہوتا ہے۔ ایام سرما میں بھی (جبکہ تکمیل کاغذات کا کام ہیڈ کوارٹر پر کرنا ہوتا ہے) اس غریب کو آرام نصیب نہیں ہوتا۔ پوہ، ماگھ کی سردیوں میں دس بجے بلکہ بعض اوقات اس سے بھی پہلے اسے دفتر میں حاضر ہو کر ایک سر بوریے پر بیٹھنا ہوتا ہے جہاں وہ اپنے وجود کو زاویۂ قائمہ کی شکل بنا کر شام کے پانچ بجے تک اپنے ہاتھ کو قطب نما کی سوئی کی طرح ہلاتا رہتا ہے اس پر بھی اکتفا نہیں ہوتا تو

رخصت کے وقت ایک چھوٹے گدھے کا بار کا غذات کا کاندھوں پر اٹھا کر گھر لے جاتا ہے اور وہاں نصف نصف رات تک اسی دھن میں لگا رہتا ہے۔ ایسی شب وروز محنت کا معاوضہ اسے کیا ملتا ہے۔ بارہ پیسے۔

آفیسران محکمہ بندوبست کا حکم ہے کہ پٹواری گاؤں میں جا کر کوئی چیز زمینداروں سے مفت حاصل نہ کرے۔ خوراک اپنی کھائے پس اس کی تنخواہ کے مطابق خرچ خوراک کی تفصیل کرنی لازم ہے۔

چونکہ پٹواری کثرت کام ہونے کے علاوہ ایک منشی ہونے کے لحاظ سے اپنے ہاتھوں سے روٹی نہیں پکا سکتا اسے ضرور ایک نوکر روٹی پکانے والا رکھنا پڑے گا جس کی تنخواہ کسی صورت میں بھی دو روپے سے کم نہیں ہوگی ایک سیر ایک وقت کی خوراک کا اندازہ لگا کر ایک ماہ کے لئے دس ترک چاول کی ضرورت ہے۔ جو اگر ادنیٰ سے ادنیٰ گاؤں میں خریدے جائینگے تو دو روپے آٹھ آنے کے آئیں گے اور تیل روزانہ ایک چھانگی صرف کرنے سے دو سیر ماہوار پر آٹھ آنے خرچ آئینگے۔ اسی طرح کے سیر پر ماہوار چار آنے اور مصالحہ ہلدی وغیرہ پر ماہوار چار آنے، تمباکو پر بحساب ایک پیسہ روز کے ماہوار آٹھ آنے۔ چائے نمکین معمولی طور پر ماہوار آٹھ آنے خرچ آتا ہے۔ گویا اس حساب سے چھ روپے آٹھ آنے پٹواری کو صرف اپنی ذات پر خرچ کرنے پڑے اور ان اخراجات کے ساتھ کوئی ایسا خرچہ شامل نہیں ہے جس کو انسان ترک کر سکے یا کسی چیز کی قیمت میں کمی کر سکے۔ چھ روپے تنخواہ کے حساب سے اس خرچ کے

لئے بھی اسے آٹھ آنے ادھار لینے پڑے۔ یہ خرچ بھی اس صورت میں قابل رفتار ہے جبکہ پٹواری اپنے آفیسران کے حکم کی تعمیل سے ایک حد تک انحراف کر کے ساگ، سبزی، دودھ لکڑی زمینداروں سے مفت حاصل کرے اور پٹواری بھی بذات خود زمانہ گذشتہ کا ایک ریشی (رکھی) اور طبیعت کا انسان ہو اور دنیاوی اطراف اور اہل وعیال کے بارگراں سے مبّرا ہو۔ ترک لذّات اور ترک حیوانات جلالی و جمالی کا مقام اسے حاصل ہوا ہو اور اتفاق سے اسکا نوکر بھی ایسا پارسا صفت ہے تو یہ تنخواہ شاید اسکے خرچ کی متحمل ہوسکے گی۔ چہ جائے کہ اگر اسے گوشت کھانے اور میٹھی چائے پینے کی عادت اور وہ تیل کے بجائے گھی استعمال کرنے کی عادت ہو، موجودہ تنخواہ تو پٹواری کی خوراک پر ہی صرف ہو۔ اب مشکل یہ ہے کہ کپڑا اور خرچ متفرق اسکوکس فنڈ سے ملے گا اور اگر پٹواری عیال دار ہو تو اس کے خرچ عیال کی کیا صورت ہے۔ فرض کیا کہ پٹواری نے یہ طبع نفسانی حکم آفیسروں سے قطعاً گریز کر کے ایاّم کارکردگی پیمائش میں خوراک زمینداروں سے مفت کھالی اور تنخواہ بچت کر کے اپنے گھر بھیج دی جس سے اس کا عیال پرورش پاتا رہا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ایام تکمیل کاغذات میں جبکہ عملہ ہیڈ کوارٹر پر کام کرتا ہے، ناجائز کمائی کی کوئی اُمید نہیں ہوسکتی۔ ایک پٹواری چھ روپے یا آٹھ روپے کا تنخواہ دار جس کا عیال درج ذیل ہے۔ ایک خود، بیوی، لڑکا، لڑکی اور نوکر کل پانچ سرینگر جیسے شہر میں کیسے گزارہ ہوسکتا ہے کیونکہ ایسے عیال پر آج کل سرینگر میں بہ کمال کفایت شعار بارہ روپے سے کم نہیں آئے گا۔

علاوہ اس کے دیگر اخراجات ضروری مثلاً حجام، دھوبی وغیرہ پوشاک پوشیدہ کا خدا حافظ۔خصوصاً آجکل جب کہ بوجہ جنگ یوروپ ہر ایک چیز کی گرانی کا عموماً اور کپڑے کی کساد بازاری کا خصوصاً عام شکوہ عالم گیر ہے اور ایک پٹواری منشی کہلانے کی تہمت میں استعمال پگڑی اور صفا کپڑے بغیر باہر نہیں نکل سکے گا۔
ایک مشہور فلاسفر کا مقولہ ہے کہ ؎

بباید براحوال آنکس گریست کہ
دخلش بود نوزدہ (۱۹) خرش بیست (۲۰)

فلاسفر موصوف نے انیس بیس کی کمی بیشی پر رونے کی تجویز فرمائی ہے۔اگر اس روشن دماغ فلاسفر کے آگے ان پٹواریوں کی چھ آمدنی اور بارہ خرچ یا آٹھ آمدنی سولہ خرچ کا مقدمہ پیش ہوتا تو معلوم نہیں کہ اس کمی بیشی کے احوال پر کیا ہدایت فرماتے۔

اس میں کوئی کلام نہیں ہے کہ عالی جناب مسٹر لارنس صاحب بہادر کمشنر بندوبست ریاست جموں وکشمیر نے ہی بندوبست قانونی پر (جس کو آج تک تقریباً پچیس سال کا عرصہ گزر جاتا ہے) پٹواریاں کی تنخواہیں قلیل مقرر فرمائی تھیں بلکہ صاحب ممدوح نے گرداوران، نائب تحصیلداران وتحصیلداران بندوبست کی تنخواہوں کا درجہ ہی اقل فرمایا تھا، جس کی اہم وجہ یہ تھی کہ یہاں غلہ

ارزاں تھا۔ یعنی خروار شالی ایک روپیہ کو ملتی تھی اور آجکل شالی کی وہی ایک خروار تین روپیہ کو مل سکتی ہے اس لئے تنخواہ ملازماں بندوبست میں بھی بہ نظر داشت حالات مختص الوقت ضرور اضافہ ہونا چاہئے تھا۔

گرداواراں، نائب تحصیلداراں و تحصیلداراں بندوبست کی تنخواہوں میں وقتاً فوقتاً ضروریاتِ زمانہ کے احساس سے ضرور اضافہ ہوتا رہا۔ بلکہ آجکل ان کی موجودہ تنخواہوں اور مسٹر لارنس صاحب بہادر کی تجویز فرمودہ تنخواہوں میں نمایاں تضادت ہے۔

رشوت کا صفحہ ہستی سے معدوم ہوجانا نہایت دشوار بلکہ ناممکن ہے۔ کوئی مہذب سے مہذب گورنمنٹ رشوت کے انسداد کا دعویٰ نہیں کرسکتی کیونکہ رشوت کا لینا طبائع پر منحصر ہے جو کہ مختلف ہیں۔ مؤخر الذکر روشنی میں وہ لوگ ہیں جنکی تنخواہیں قلیل ہیں۔ مثلاً پٹواریاں اور ایسے راشی ''رشوت گیرندہ'' نہیں ہیں بلکہ ''رشوت ستان'' ہیں۔ ایسی رشوت کا انسداد ہونا نہایت آسان ہے بشرطیکہ گورنمنٹ کو ایسا منظور ہو۔ یوں تو رشوت کی خرابیوں سے سب لوگ کم و بیش واقف ہیں مگر یہ وہ آگ ہے کہ ''جس تن لگے وہ تن جانے'' یہ وہ بے دھواں کی آگ جو کہ دونوں (رشوت دھندہ اور گیرندہ) کو اندر ہی اندر جلا کر خاکستر کر دیتی ہے اور یہ وہ مرض ہے کہ جو ایک کامل انسان کو انسانیت کے درجہ سے گرا دیتا ہے۔ کاش گورنمنٹ ان دونوں فریقوں (رشوت دہندہ اور گیرندہ پر رحم کرے اور ترس کھائے تا کہ ایک عالم اس طوفان عظیم سے بچ جائے۔ عالی

جناب مسٹر پہر کہر صاحب بہادر جب انسپکٹر جنرل پولیس مقرر ہو کر ریاست ہذا میں تشریف لائے تو سب سے پہلے صاحب ممدوح نے کانسٹیبلوں کی تنخواہوں میں خصوصیت سے اضافہ فرمایا۔ اس سے پہلے پولیس کانسٹیبلوں کی تنخواہ سات روپے مقرر ہوا کرتی تھی صاحب موصوف نے بہ لحاظ سروس کانسٹیبلوں کی تنخواہ آٹھ روپے سے بارہ روپے کر دی۔ اس ترقی کے بعد اگر کوئی کانسٹیبل رشوت کے جرم میں ماخوذ ہوا تو اس کے لئے سخت سزا تجویز کی گئی مگر پبلک نے ایسی سزا کو مناسب اور شایان خیال کر کے صاحب ممدوح کے انصاف کی داد دی۔ ایسی بے نظیر کہتر نوازی کے لئے جناب مسٹر پہر کہر صاحب بہادر کا نام انصاف کے آسمان پر آب زر سے بخط جلی لکھنے کے قابل ہے۔ مقام حیرت ہے کہ جب ایک ناخواندہ کانسٹیبل کی تنخواہ (جو کہ صرف چوکیداری کا کام کرتا ہے) آٹھ سے بارہ روپے تک مقرر کی گئی تو کیا اسکے مقابلے میں ایک باہنر پٹواری (جس کے ہاتھوں سے خزانہ شاہی مالا مال ہوتا ہے) صرف چھ روپے یا آٹھ روپے ہو سکتی ہے اور پھر اس پر عام شکوہ ہے کہ یہ راشی ہے۔

پٹواری کے ہمشان سپاہی کانسٹیبل، فاریسٹ گارڈ، باغبان ہیں یہ سب ناخواندہ ہیں اور یہ سب پوسٹیں پینشنر ہیں اور ان میں سے کسی ایک کی تنخواہ چھ روپے نہیں ہے۔ ان میں سے زیادہ سپاہی کی قدر کی جاتی ہے اسلئے کہ وہ سلطنت کا محافظ ہے۔ اسی کے مقابلے میں پٹواری ہے جو کہ اپنی عزیز طاقت قوت بصارت دولت شاہی کو روز افزوں ترقی دیتا ہے اور جو کچھ اسکی قدر کی جاتی

ہے وہ مضمون صدر سے بخوبی عیاں ہوسکتی ہے۔پنشن نہ ہونے کا شکوہ تو غریبوں کو تھا ہی مگر ایک اور جانکاہ غم جو اس طبقہ کے دل میں ہمیشہ جاگزیں ہے انکے لئے نہایت خطرناک اور تباہ کن ہے جس سے ان کی زندگی کے ایّام نہایت پریشانی اور تلخی میں بسر ہوتے ہیں۔ باوجود یہ کہ اس خوفناک فکر سے تمام محکمہ جات کے ملازمین ہیں۔ یہاں تک کہ پٹواریاں مال بھی اس طوفان سے آزاد ہیں۔صرف پٹواریاں بندوبست اس صعبناک غم کے شکار ہوتے ہیں وہ یہ کہ ایک قلمرو یا ایک ڈویژن یا ایک ضلع کی پیمائش جب ختم ہوجاتی ہے تو ان پٹواریاں بندوبست کو جو کہ ایک شاہی باغ میں سالہا سال سے پرورش پا کر پھلدار درخت برگ و بار دینے کے قابل کاشت ثابت ہوتے ہیں۔ یک قلم باوتحفیف کی آندھی بیخ و بن اکھاڑ کر باغ کے باہر پھینک دیتی ہے۔اس وقت نہ تو یہ کسی اور باغ کے لائق رہ سکتے ہیں اور نہ ہی انکی دادوفریاد سنی جاتی ہے۔گویا نہ گھر کے رہے نہ گھاٹ کے۔اگر خدا خدا کر کے اس طوفان سے کوئی بچا تو بھی آخر عمر پر اس کا جنازہ رسوائی کا شکار ہوتا ہے جب کہ اس کی لاش کو نا قابل کار سمجھ کر مفت میں نیلام کرتے ہیں۔فرمائیے ایک بے کس ناتواں، نابینا، بے بال و پر ضعیف العمر پٹواری کی اس وقت کون خدمت کرے۔جبکہ بقول کسے ؎

دانت گرے تو گھو کسے ٹیبہ بوج نہ نہ لے

ایسے بوڑھے بیل کو کون باندھے کے بھس دے

جوانی ہو چکی رخصت بڑھاپے کی تیاری ہے

پٹواری کو امید واثق ہے کہ عالی حضور مسٹر ستو صاحب کمشنر بندوبست ریاست جموں وکشمیر شاید ہماری ناگفتہ بہہ حالت پر ترس کھا کر جناب مسٹر پہر کہر صاحب کی طرح ہمارے لئے ابر رحمت ثابت ہوں گے اور ہم کیثر التعداد بے زباں غریبوں کے حقوق اور تنخواہوں پر غور فرمائیں گے مگر وائے شومئی بخت !! تاہنوز صاحب ممدوح نے اس طرف توجہ مبذول نہیں فرمائی۔

اخیر پر ہم پٹواریاں مال و بندوبست کشمیر نہایت ادب سے جناب کمشنر صاحب ریاست جموں وکشمیر اور جناب رام چندرن صاحب مہتمم بندوبست کشمیر کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ ہماری خستہ حالی اور غریبی پر رحم فرما کر اور ترس کھا کر کم ازکم پٹواریاں کی تنخواہ کا سلسلہ دس سال سے مقرر فرمایا جاوے اور کم سے کم سال میں پندرہ یوم ہی رخصت باتنخواہ کا حق رکھا جائے اور ان کے آخری حقوق پر بھی غور وخوض فرمائی جاوے تا کہ یہ طبقہ بھی خوشحال رہ کر دوسرے تہذیب یافتہ اور زندہ دل طبقوں کیساتھ شمار کیا جاوے۔ ایسے مہذب زمانہ میں اور ایسی مہذب سے مہذب گورنمنٹ کے زیر سایہ اس کثیر التعداد کا ذلیل ہونا انصاف سے بعید ہے۔ بصورت دیگر اس حرماں زدہ روزگار طبقہ کیلئے ایسا ہونا ممکن ہے اور یہ طبقہ کسی طرح بھی نئی روشنی سے فیضیاب ہونیکا مستحق نہیں ہے تو جیسا کہ عام پبلک کا خیال ہے کہ انکو کسی قدر برملا آزادی بخشی جاوے اور زمینداران سے روٹی مفت کھانے کا حکم بخشا جاوے اور انکے برخلاف شکایات گذریں تو چشم پوشی سے کام لیا جاوے اور ایسی شکایتوں پر سنگین سزائیں تجویز

نہ فرمائی جاویں ورنہ بجز ایں آں زندگی وبال اور جینا محال ہے۔

ساقی صدا نے عام استکار ے بکام گرداں= دامان خم فراخ
است دور ے تمام گرداں

بے کیمائے مستی تبدیل غم محال است= یا مے حلال فرما، یا غم
حرام گرداں

راقم:۔غلام احمد مہجور

منجانب:۔ پٹواریان بندوبست کشمیر

✦✦✦

''پسِ گفتار''

خواجہ محمد مقبول پنڈت
وزیر وزارت ضلع جنوبی کشمیر
موخہ ۲۶ مگھر ۱۹۹۴

کسی ملک کے رہنے والے جس حد تک حکومت وقت کے آئین و قوانین سے واقف اور باخبر ہوں گے۔اسی حد تک نہ صرف وہاں کی رعایا پر امن زندگی بسر کریگی بلکہ وہ حکومت بھی مکمل حکومت کہلا کر بہترین انتظامات کی مالک تصور ہوگی چنانچہ تمام مہذب حکومتیں اسی نکتہ خیال سے تعلیم کو زیادہ وسعت کیساتھ پھیلانے کی عملاً حامی ہیں۔ بدقسمتی سے کشمیر میں ابھی تک تعلیم کی کمی ہے۔جس قدر پڑھے لکھے ہیں وہ بھی ملکی قوانین سے ناواقف ہیں۔

کشمیری کسان کو پولیس، جوڈیشنل وغیرہ سرکاری محکمہ جات کے ساتھ عمر بھر میں بہت ہی کم واسطہ پڑتا ہے اس لئے اگر ان محکمہ جات کے قوانین وآئین سے باخبر نہ ہونگے تو کوئی مضائقہ نہیں۔محکمہ مال کے ساتھ اسکے گہرے تعلقات ہیں اسکے دستور وقواعد سے واقف ہونا اسکے لئے نہایت ضروری ہے مگر موجودہ عہد میں کوئی مختصر مگر جامع عام فہم کتاب ملک میں موجود نہیں۔جو روزمرہ کی ضروریات میں اسکی رہنمائی کر سکے۔محکمہ مال کی ضخیم کثیر التعداد اور مشکل و

نایاب قانونی کتابوں سے عملاً وہ کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔

رشوت ستانی کی عام شکایت کے سلسلہ میں محکمہ مال کا پٹواری بلحاظ تعلقات ونوعیت کام زیادہ بدنام ہے قبل اسکے کہ اسکی رشوت ستانی کے خلاف قانونی جہاد شروع کیا جائے پہلے اس امر کی ضرورت ہے کہ کسی آسان اور موثر ترکیب کے ذریعہ مرتشی کو ہی اس فعل شنیع سے باز رکھے جانے کے سامان مہیا کئے جائیں، اس کے لئے بہترین طریقہ یہی ہوسکتا ہے کہ زمیندار یا زمین کے ساتھ تعلق رکھنے والے ہر ایک شخص پر واضح کر دیا جائے کہ پٹواری کے اختیارات وفرائض کیا ہیں اور وہ صاحب زمین کے ساتھ کس قسم کا سلوک روا رکھنے کا قانوناً حقدار ہے اور کس طرح ایک زمیندار بلا ادائیگی کسی ناجائز معاوضہ کے اپنے مدعا میں کامیاب ہوسکتا ہے۔

آج کشمیر کے مشہور شاعر اور معروف اہل قلم مہجور کاشمیری نے ایک کتاب کا قلمی نسخہ میرے سامنے پیش کیا میں نے اس کا ملاخط ابتداء سے انتہا تک کیا۔ کتاب کیا ہے؟ فن پٹوار کا گائیڈ۔ فرائض پٹوار کا نچوڑ، قوانین مال کا خلاصہ۔ پٹواری کا دستور العمل، اصطلاحات محکمہ مال کا فرہنگ۔ سادہ اردو زبان میں موزوں ترتیب سے مختصر پیرایہ میں جمع کیا گیا ہے۔ کشمیر کے عام زمیندار یا دیہات کے جملہ باشندگان کو جن معاملات میں محکمۂ مال کیساتھ واسطہ پڑتا ہے۔ ان کی مکمل تشریح کی گئی ہے اور کتاب کا نام بھی ''پٹواری'' رکھا گیا ہے۔ دوران مطالعہ میں جو کوتاہیاں یا خامیاں مجھے اس کتاب میں نظر

آئیں۔ مولف کو ان سے آگاہ کر کے ان کی درستی کی ہدایت کی گئی۔ مجھے یہ معلوم کر کے زیادہ خوشی ہوئی کہ اس کتاب کا مؤلف خود محکمہ مال کا دیرینہ پٹواری ہے اور اس نے ذاتی تجربات اور کئی قانونی کتابوں کی امداد سے یہ کارآمد نسخہ تیار کیا ہے۔ محکمہ مال کے لئے یہ امر باعث فخر ہے کہ اسمیں ایسا پٹواری موجود ہے جو اپنے فرائض سے کما حقہ واقف ہوتے ہوئے دوسروں کی رہنمائی کا باعث بن رہا ہے۔

یہ کتاب زمینداراں کشمیر کے علاوہ محکمہ مال کے نو وارد اور جدید بھرتی شدہ ملازمین کیلئے بھی نہایت مفید اور کارآمد ثابت ہوگی۔ اس لئے محکمہ مال سے میری یہ پرزور استدعا ہے کہ وہ مؤلف کی خاص طور سے حوصلہ افزائی کر کے کتاب شائع ہونے پر اس کی کثیر التعداد کاپیاں سرکاری طور پر خرید کر پٹواریوں اور محکمہ مال کے دوسرے ملازمین میں تقسیم کرائے۔ میں پرزور سفارش کرتا ہوں کہ محکمہ تعلیم اس کتاب کو ویلی کشمیر کے دیہاتی اور قصبہ جاتی مدارس میں بطور نصاب داخل کر کے بچوں کو پڑھائے۔ میں مؤلف کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس نے ایک معزز شہری ہونے کی حیثیت سے یہ مفید کارنامہ مجھے پیش کر کے اس پر اظہار خیالات کا موقع دیا۔ یقیناً پٹواری کے مؤلف کی محنت قابل تحسین ہے۔

''پٹواری میری نظر میں''

پنڈت روگناتھ مٹو

وزیر زراعت

پیر غلام احمد صاحب مہجور پٹواری نے ایک چھوٹی سی کتاب فن پٹوار کے متعلق لکھی ہے۔ میں نے اس کتاب کا بغور مطالعہ کیا۔ مصنف نے پٹواری کی تعریف، رقبہ جات کی پیمائش کا اصول، مال گذاری کے قوانین اور کاغذات پٹوار کی تشریح نہایت اچھے پیرایہ میں کی ہے۔ انداز بیاں مرغوب اور عبارت عام فہم اور سلیس ہے۔ ایک معمولی پڑھا لکھا شخص اس کتاب کے مطالعے سے نہ صرف کاغذات پٹوار سے واقفیت حاصل کرسکتا ہے بلکہ مضمون کتاب کو پڑھنے اور ذہن نشین کرنے کے بعد پٹوار کا کام چلانے کے قابل بھی ہوسکتا ہے۔

کشمیر ایک زراعتی ملک ہے بلکہ یہاں کے باشندے ۹۰ فیصد زراعت ہی پر گذارا کرتے ہیں ایسی صورت میں ہر ایک کشمیری کو فن پٹوار سے واقفیت ہونے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ بد قسمتی سے کشمیر میں اس فن کی کوئی جامع اور مختصر کتاب موجود نہیں ہے مجھے یہ دیکھ کر بے حد مسرت ہوئی ہے کہ فاضل مصنف نے اس کمی کو محسوس کر کے ایک ایسی کتاب لکھی ہے جو باشندگان کشمیر کیلئے کیا بلحاظ

علمیت فن اور کیا بالحاظ ضرورت نہایت مفید ثابت ہوگی۔ خصوصاً وادئ کشمیر کے پڑھے لکھے زمیندار بچوں کے لئے خضر راہ ثابت ہوگی کیا ہی اچھا ہوتا اگر یہ کتاب ویلی کشمیر کے دیہاتی سکولوں کے نصاب میں شامل کی جاتی۔

بحیثیت افسر مال میرا یہ ذاتی تجربہ ہے کہ بسا اوقات زمیندار غلط فہمی میں مبتلا ہوکر مصائب کے شکار ہوتے ہیں جس کی وجہ عدم علمیت فن پٹوار کے سوا اور کچھ نہیں ہوتی۔ میں فاضل مصنف کو ذاتی طور پر جانتا ہوں۔ میری نگرانی میں بحیثیت پٹواری عرصہ تک کام کر چکا ہے۔ ایک دیرینہ تجربہ کار اور اہل قلم اور غیر معمولی لیاقت کا مالک ہونے کی وجہ سے فن ٹپوار کا پورا ماہر ہے۔ آج اس نے یہ کتاب ریویو کیلئے مجھے پیش کی ہے جس پر ریویو لکھتے ہوئے مجھے نہایت خوشی حاصل ہوئی اور میں اس کو اس مفید کتاب کے لئے مبارکباد کا مستحق سمجھتا ہوں اور اسکی محنت اور قابلیت کا معترف ہوں۔

✦ ✦ ✦

''پٹواری''

سید محمد امین اندرابی
تحصیلدار خاص سرینگر کشمیر

مدت کی ایک ضرورت کو مہجور کاشمیری نے آج پورا کر دیا ہے۔ محکمۂ مال کے لئے یہ مشکل تھا کہ وہ مختلف ہدایات کو فراہم کر کے کتابی صورت میں اس طرح شائع کر دینا جس سے ایک متعلقہ شخص بھی فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔ مہجور صاحب بلحاظ منصب اس کام کیلئے موزوں ترین ہستی ثابت ہوئے۔ مہجور صاحب کی ادبی و علمی قابلیت محتاج تعریف نہیں۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ موجودہ تصنیف (پٹواری) کی حیثیت ادبی یا تاریخی نہیں بلکہ کاروباری اور قانونی ہے جو کہ زمینداروں کے لئے فی الحقیقت باعث رہنمائی ہوگی۔ کتاب نہایت محنت اور قابلیت سے تیار کی گئی ہے۔ حقوق ملکیت کے ساتھ بیع و رہن جو عام اجازت زمینداروں کو ملی ہے اس نے غیر دیہاتی اور شہری لوگوں کو بھی زمینداروں کے زمرے میں شامل ہونے کی دعوت دی ہے۔ چونکہ آج تک دیہاتی باشندوں تک ہی زمیندارانہ تعلقات محدود تھے اس لئے ایک دوسرے کو وہ سمجھتے تھے۔ مشتری و مرتہن کا جو جدید عنصر جوان سے آملا ہے، اس اختلاط نے

جانبین کو اپنے حقوق کی نگہداشت کے لئے محکمہ مال کی سرسری واقفیت پیدا کرنے کی ضرورت لازمی کردی ہے لہٰذا نہ صرف موجودہ عہد کے طلباء کو ہی اس کتاب کی ضرورت ہے بلکہ دیرینہ زمیندار بھی اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ میں مہجور صاحب کو مبارکباد دیتا ہوں اُنکی وہ کوشش جو ۱۹۸۹ء سے شروع ہوئی تھی جب ہم اکٹھے تھے آج نہایت خوبی سے بارآور ہوئی ہے۔

✦✦✦